جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدّث کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

ربیع الاوّل
سنہ ۱۴۱۸ھ

نگران
مولانا سیّد رشید میاں مدظلہٗ
مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

جولائی
سنہ ۱۹۹۷ء

اہلِ خیر کے تین کلمات

"کان اھل الخیر یکتب بعضھم الیٰ بعض بثلاث کلمات من عمل لآخرتہ کفاہ اللہ امر دنیاہ ومن اصلح سریرتہٗ اصلح اللہ علانیتہٗ ومن صلح فیما بینہ وبین اللہ اصلح اللہ ما بینہٗ وبین النّاس"[1]

اہلِ خیر تین کلمے آپس میں ایک دوسرے کو لکھا کرتے تھے۔ اوّل یہ کہ جو شخص آخرت کے کام میں مشغول ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے کاموں کو درست فرما دیتے ہیں اور انکی ذمہ داری خود لے لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو شخص اپنی باطنی حالت کو درست کر لے (کہ قلب کا رُخ سب سے ہٹا کر اللہ کی طرف پھیر دے) تو اللہ تعالیٰ اس کی ظاہری حالت خود بخود دُرست فرما دیتے ہیں تیسرے یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ کو صحیح و درست کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور تمام لوگوں کے درمیان کے معاملات کو خود درست فرما دیتے ہیں۔

---

[1] تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۱۹۹

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۵ ربیع الاوّل ۱۴۱۸ھ - جولائی ۱۹۹۷ء شمارہ : ۱۰

مدیر
سیّد محمود میاں
مدرّس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے ----- سالانہ ۱۱۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات --- " ۴۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ------- " ۱۰ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ -------- " ۱۶ ڈالر

برطانیہ -------- " ۱۷ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ... ۵۴ فون ۷۷۲۴۲۷۳-۲۰۱۰۸۶

فیکس نمبر ۷۷۲۶۷۰۲ - ۴۲ - ۹۲

○

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ"، جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَار (اداریہ) ۳

درسِ حدیث ـــــ حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ـــــ ۷

مقاصدِ شریعت ـــــ حضرت مولانا قاری محمدؒ طیبؒ ـــــ ۱۱

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ـــــ ۱۸

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ ـــــ مولانا محمد عیسیٰ منصوری ـــــ ۲۰

جذباتِ غم ـــــ حافظ نورِ محمد انور ـــــ ۲۴

الخلیفۃ المہدی ـــــ شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ ـــــ ۲۵

صلوٰۃ وسلام کے لیے ادب کا قرینہ ـــــ حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب ـــــ ۳۴

حیلے اور بہانے ـــــ حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ـــــ ۳۶

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ (نظم) ـــــ جناب سیّد امین گیلانی صاحب ـــــ ۴۲

تاریخ قراءات ـــــ مولانا ڈاکٹر عبد الواحد صاحب ـــــ ۴۳

حاصل مطالعہ ـــــ مولانا نعیم الدین صاحب ـــــ ۵۱

تقریظ و تنقید ـــــ ۵۶

گورنر کے نام خط ـــــ مولانا اللہ وسایا صاحب ـــــ ۶۲

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ

موجودہ پُرفتن دَور میں آزادی کے نام پر بے پردگی اور بے حیائی جس تیز رفتاری سے پھیل رہی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اسلام بے حیائی سے منع کرتا ہے اور اُس کے بڑھنے کے تمام ممکنہ راستوں کو مسدود کرتا ہے۔ اسی مناسبت سے تقریباً ۲۵ برس قبل حضرت اقدس بانی جامعہ نور اللہ مرقدہ کا تحریر فرمودہ مضمون ایک بار پھر انوارِ مدینہ کے اداریہ کی زینت بنایا جارہا ہے۔ محمود میاں غفرلہٗ

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

ہمارا ملک آزاد ہوجانے کے باوجود آج تک آزاد آئین نہیں بنا سکا اور ہمیشہ دعوٰی دلیل سے خالی رہا، اس لیے موجودہ دَور جس میں ہم ملک کے لیے آئین سازی کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں نہایت اہم دَور ہے ــــ آئین سازی میں ایک مُسلمان کو اُمورِ شرعیہ میں ماہرین قانون شرعیہ کی رائے کا پابند ہونا چاہیے اور نصوصِ قطعیہ کے آگے سر جُھکا دینا چاہیے اور عقل کو اس کے تابع رکھنا چاہیے۔ ورنہ اگر نصوصِ قطعیہ میں تاویل کا باب کھولا گیا تو قانون میں وہ باتیں تو آجائیں گی جو چند آدمیوں کی عقل میں آرہی ہوں، لیکن قانون ان باتوں سے خالی ہوجائے گا جو رحمتِ باری اور نصرتِ الٰہی کا سبب ہوتی ہیں اور اس دفعہ بھی اگر اسلام کے بارے میں پھر وہ ہی کچھ کیا گیا کہ جو پہلے ہوتا آیا ہے تو کوئی بعید نہیں کہ حق تعالٰی بھی وہ ہی کرے جو پہلے سزاءً ہوتا آیا ہے۔ والعیاذ باللہ

اسمبلی کے کچھ اجلاسوں کی کارروائیاں شائع ہوئی ہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین کا احترام بالکل نہیں کیا جارہا ــــ یہ خیال کہ عورتوں کو خوش کرنا اور رکھنا ضروری ہے کل بھی تھا آج بھی ہے چاہے خدا کی ناخوشنودی کا ہی موجب کیوں نہ ہوجائے۔ پردہ کا مذاق اُڑانا کیسے جائز ہوسکتا ہے جبکہ پردہ کا حکم ازواجِ مطہرات کے لیے بھی آیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ	اور جب نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے
مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ (پ ۲۱)	کے باہر سے مانگا کرو۔
يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ	اے نبی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنی بیویوں اور بیٹیوں
وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ	اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے مونہوں
مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (پ ۲۲)	پر نقاب ڈالا کریں۔

جِلباب بڑی چادر کو کہتے ہیں جسے عورت اوڑھ کر سر سے پاؤں تک چھُپ سکتی تھی۔ اگر اُسے اس طرح سی لیا جائے کہ چلتے پھرتے وقت وہ بغیر ہاتھ سے پکڑے بھی رُکی رہے تو وہ یہی برقعہ بن جائے گا۔ ڈسٹرکٹ مردان کی بستیوں میں مثلاً "ٹوپی" وغیرہ میں جلباب کا رواج دیکھنے میں آیا ہے۔

ایک پڑھی لکھی نئی لیڈر خاتون نے کہا کہ احرام کی حالت میں عورت کو مُنہ ڈھکنے کا حکم نہیں ہے، لیکن اُنھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مُنہ ڈھکنا اور پردہ کرنا دونوں جُدا جُدا ہیں، مُنہ نہ ڈھکے گی، لیکن پردہ اور آڑ میں ضرور رہے گی، وہ اپنے پردہ کے کپڑے کو ہاتھ سے یا کسی اور چیز سے مُنہ سے ہٹائے رکھے گی جیسے حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا محمل میں رہتی تھیں یا خیمہ میں باپردہ رہتی تھیں۔ اُن کے بارے میں تفصیلات ان کے حالات میں ملیں گی ـــ زوجۂ مطہرہ حضرت سودہ بنت زمعہؓ کو اُن کے ایک بھائی سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پردہ کا حکم فرمایا تھا۔ اس کے بعد سے وفات تک کبھی بھی ایک نے دوسرے کو نہیں دیکھا۔ حالانکہ وہ حج بھی کرتی رہی ہیں اور حجۃ الوداع میں سب صحابہ بھی ساتھ تھے اور ان کے یہ بھائی صحابی تھے۔ ان صاحبہ کے اس فرمان سے کہ احرام میں پردہ نہیں ہوتا خود صاف معلوم ہو رہا ہے کہ احرام کے سوا پردہ ہوتا ہے تو وہ پردہ کہاں ہے، آپ پاکستان میں تو احرام میں نہیں ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "اصل پردہ تو آنکھ کا ہوتا ہے"۔ یہ عجیب بے ثبوت بات نکال لی گئی ہے۔ مُسلمان کے لیے تو قرآن پاک و حدیث سامنے رکھنی ضروری ہیں اپنی طرف سے بات گھڑ کر اُسے قاعدہ اور حکم بنا لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہمارے آقا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں نابینا صحابی آئے تو آپ نے ازواجِ مطہرات کو پردہ کا حکم فرمایا۔ وہ عرض کرنے لگیں کہ یہ تو نابینا ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اَفَعَمْيَاوَانِ انتما۔ یعنی کیا تم بھی نابینا ہو ـــ مطلب واضح ہے کہ اگر وہ نہیں دیکھ سکتے تو تم تو دیکھ سکتی ہو۔ اور عورت کا مرد کو دیکھنا بھی ایسا ہی منع ہے جیسے مرد کو عورت کا

دیکھنا ـــــ اس سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ پردہ بحکم الٰہی ہے یہ ضروری نہیں کہ جہاں کسی قسم کی خرابی کا اندیشہ ہو وہاں پردہ کیا جائے، ورنہ نہ کیا جائے۔

لہٰذا "پردہ آنکھ کا ہے" کے جملہ کو یہ معنی پہنانے چاہییں کہ چھپ کر بھی آنکھ سے دیکھنا روا نہیں۔ جیسے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس حدیث شریف میں انہیں منع فرمادیا۔ یا جیسے کہ کواڑ وغیرہ کی دراز میں سے کمرہ یا مکان میں جھانکنے کی سختی سے ممانعت فرمادی گئی ہے۔

ایک یہ خیال عام ہے کہ اگر عورت پردہ میں رہے گی تو ترقی نہ کر سکے گی اس لیے آزادی دینی چاہیے ہم بھی کہتے ہیں کہ آزادی، ترقی اور علم کے حصول میں کوئی ممانعت نہیں کی جا سکتی، لیکن آزادی اور ہے اور عریانی اور چیز ہے۔ آپ بے پردگی اور عریانی کو آزادی کا جزء قرار دیتے ہیں حالانکہ اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے علم حاصل نہیں کیا تھا اور کیا انہوں نے اہل بصرہ سے لڑنے والے لشکر کی قیادت نہیں کی تھی۔ کیا انہوں نے اپنی رائے نہیں استعمال کی تھی اور کیا وہ مسائل میں اجتہاد نہیں فرمایا کرتی تھیں۔ وہ بلا شبہہ علّامہ اور مجتہدہ تھیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جن شاگردوں نے ان کی کتاب بخاری کے نسخے نقل کیے تھے اُن میں اُن کی شاگرد ایک عورت بھی تھیں جنہوں نے اُن سے پوری بخاری شریف سُنی اور نقل کی، ان کا اسم گرامی کریمہ بنت احمد ہے۔ رحمۃ اللہ علیہا ـــــ اُن کا نسخہ سنداً محدثین کے پاس چلا آرہا ہے۔ انہوں نے پڑھا بھی اور پڑھایا بھی۔

ماضی قریب میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز کی صاحبزادی محدث گزری ہیں اُن سے از پسِ پردہ بہت سے محدثین کرام نے اجازت حدیث لی ہے۔ وہ ۱۳۴۵ھ کے قریب تک مدینہ منورہ میں حیات رہیں اور دُنیا بھر کے علماء ان سے مستفید ہوتے رہے۔

اور آج کے دَور میں عالم، حافظ، قاری عورتیں موجود ہیں۔ مدرسۃ البنات چشتیاں میں عورتیں مکمل درسِ نظامی کی فارغ ہیں اور آگے مکمل تعلیم دے رہی ہیں۔ اگر علماء کا خیال وہ ہوتا جس سے آپ مرد و زن ڈر رہے ہیں تو دَورِ حاضر میں ایسی درسگاہ کی مخالفت کی جاتی، لیکن کبھی آپ نے کسی سے اس کی مخالفت سُنی ؟

مدرسہ باقیات الصالحات۔ مدارس کے اطراف میں ایک عرصہ سے قائم ہے۔ وہ بھی صرف عورتوں کی تعلیم گاہ ہے اور اس کی تعریف تمام علماء موجودین و مرحومین نے کی ہے اور یہ وہ درسگاہیں جہاں باقاعدہ لڑکیاں باہر سے جاکر تعلیم حاصل کرتی ہیں اور ان کی وہاں رہائش کا بندوبست ہے اور ان کی اُستانیاں بھی صاحب تصانیف ہیں۔ والحمدللہ

بہرحال ہم اسی عقل و زبان کو احکام الٰہیہ کی تائید و استدلال کے کام بھی لا سکتے ہیں اور خُدا کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں اور عقلی اعتراضات کا جواب عقلی دلائل سے دے سکتے ہیں۔ اور (معاذ اللہ) یہی زبان و عقل خدائی احکامات کے مذاق اُڑانے اور ان کے اِبطال کے کام میں بھی آ سکتی ہے۔ خدارا! اسے اس کے صحیح مصرف میں لگائیں، خدا کے احکام کی عظمت دل سے تسلیم کریں اور اس کی تقویت میں زبان و عقل کام میں لائیں۔

(حضرت مولانا سیّد) حامد میاں غفرلہ (قُدِّسَ سرُّہٗ)

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً　　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّہم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رحمہ اللہ کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں انہوں نے مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجّہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین واحباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت در فشاں است　　خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۱۶ سائیڈ بی ۲۹ر اکتوبر ۱۹۸۲ء

الحمد للہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّد وّآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد! عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ یَوْمٍ وَّدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ اَحَدُھُمَا عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِہٖ وَھُوَ اٰخِذٌ بِاَیْدِیْھِمَا فَقَالَ ھٰکَذَا نُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حَنْطَبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی اَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ فَقَالَ ھٰذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا وَلَہٗ وَزِیْرَانِ مِنْ اَھْلِ السَّمَآءِ وَوَزِیْرَانِ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ السَّمَآءِ فَجِبْرَئِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ وَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ

وَعُمَرُ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ کَاَنَّ مِیْزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْ بَکْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ وَوُزِنَ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ فَرَجَحَ اَبُوْبَکْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِیْزَانُ فَاسْتَآءَ لَہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ فَسَآءَہٗ ذٰلِکَ فَقَالَ خِلَافَۃُ نُبُوَّۃٍ ثُمَّ یُؤْتِی اللّٰہُ الْمُلْکَ مَنْ یَّشَآءُ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَطَّلِعُ عَلَیْکُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَاطَّلَعَ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ قَالَ یَطَّلِعُ عَلَیْکُمْ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَاطَّلَعَ عُمَرُ[۱]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم (ایک دن) فرمانے لگے: مجھے نہیں معلوم تمہارے درمیان میری زندگی اب کتنی باقی رہ گئی ہے (ابھی کچھ دن اور جینا مقدور ہے یا وقتِ موعود قریب آگیا ہے) لہٰذا (آگاہ کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ) تم لوگ میرے بعد ان دونوں شخصوں کی پیروی کرنا (جو یکے بعد دیگرے میرے جانشین اور خلیفہ ہوں گے) اور وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم حجرۂ شریفہ سے نکل کر مسجد میں اس طرح داخل ہوئے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ میں سے ایک صاحب آپ کے دائیں طرف تھے اور ایک صاحب بائیں طرف اور آپ نے دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ نے فرمایا: قیامت کے دن ہمیں اسی طرح اُٹھایا جائے گا۔ (یعنی ہم تینوں اپنی قبروں سے اسی طرح ایک ساتھ اُٹھیں گے اور ہاتھ میں ہاتھ ڈالے میدانِ حشر تک پہنچیں گے) اور حضرت عبداللہ بن حنطب رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ (ایک دن) نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھ کر فرمایا: یہ دونوں بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۵

نہ ہوں پس آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر تو جبرئیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے عرض کیا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اُتری اور (اُس ترازو میں) آپؐ کو اور حضرت ابوبکرؓ کو تولا گیا تو آپ کا وزن زیادہ رہا پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو تولا گیا تو حضرت ابوبکرؓ کا وزن زیادہ رہا، اور پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو تولا گیا تو حضرت عمرؓ کا وزن زیادہ رہا۔ اس کے بعد ترازو کو اُٹھا لیا گیا، رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اس شخص کے خواب سے غمگین ہو گئے یعنی اس خواب نے آپؐ کو رنجیدہ بنا دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا یہ خلافتِ نبوّت ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک عطا فرما دے گا اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم (ایک دن) فرمانے لگے (دیکھو ابھی) تمہارے سامنے ایک ایسا شخص آئے گا جو جنتیوں میں سے ہے۔ پس (آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سامنے سے آتے نظر آئے آپ نے پھر فرمایا (دیکھو ابھی) تمہارے سامنے ایک ایسا شخص آئے گا جو جنتیوں میں سے ہے"۔ پس (آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے سے آتے نظر آئے"۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اِنِّیْ لَآ اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ میں نہیں جانتا کہ مَیں کتنے عرصہ تمہارے درمیان رہوں اس دُنیا میں رہوں فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ جو دو میرے بعد آئیں گے ان پیروی کرتے رہنا، اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ ابوبکرؓ اور عمرؓ یہ دو میرے بعد رہیں گے، یہ جو رہیں گے تو ان کی پیروی کرتے رہنا۔

حضرت آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک دن تشریف لائے مسجد میں داخل ہوئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک جانب تھے اور حضرت عمرؓ ایک جانب بائیں طرف ایک دائیں طرف ایک وَهُوَ اٰخِذٌ بِاَیْدِیْهِمَا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان دونوں کے ہاتھ اپنے دستِ مُبارک میں لے رکھے تھے فرمایا هٰکَذَا نُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دِن ہم اس طرح اُٹھائے جائیں گے۔

ایک دن جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور

فرمایا ھٰذَانِ السَّمۡعُ وَالۡبَصَرُ یہ دونوں کان اور آنکھیں ہیں۔

ارشاد فرمایا جو بھی نبی گزرا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ دو وزیر آسمان سے دو زمین سے عنایت فرماتے ہیں میرے دو وزیر جو آسمانوں میں ہیں خُدا کی طرف سے وہ جبریل اور میکائیل ہیں اور دو وزیر جو زمین کے ہیں اہلِ زمین میں سے ہیں وہ ابوبکر اور عمر ہیں (رضی اللہ عنہما)

ایک صحابی ہیں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا کہ مَیں نے ایک خواب دیکھا ہے جیسے کہ میزان ترازو آسمان سے اُتری ہے اور جناب کا وزن کیا گیا اور ابوبکر کا تو آپ کا وزن بہت زیادہ رہا۔ پھر ترازو میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا تو ابوبکر کا غالب رہا (وزن) پھر حضرت عمر اور عثمان کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر والا پلہ بھاری ہوگیا پھر میزان جو تھی یعنی ترازو وہ اُٹھالی گئی۔ اس خواب نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو غمگین کردیا۔ اور یہ خواب آپ نے صحیح قرار دیا۔ اور یہ حصّہ جو ہے خواب کا کہ میزان ترازو اُٹھالی گئی اس کی تعبیر بہت بُری ہے چنانچہ آپ نے فرمایا یہ خلافتِ نبوّت جو ہے ان حضرات پر ختم ہے۔ (یعنی نبوّت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اور خلافت علی منہاج النبوۃ ان پر ختم ہے) پھر محض ملوکیّت کا دَور شروع ہوجائے گا بادشاہت کا دَور

آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان حضرات کو بار بار جنتی ہونے کی بشارت دی ہے اور اعلان فرما دیا مثال کے طور پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ابھی ایک جنتی آنے والا ہے ایک شخص آنے والا ہے جو جنتی ہوگا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے پھر فرمایا اَب ایک شخص آنے والا ہے جو جنتی ہوگا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو ان حضرات کے بارے میں بار بار اس طرح کے کلمات منقول ہیں خود فرمائے ہیں اور جیسے کہ دوسروں کو بھی بتلا رہے ہیں جیسے کہ اعلان فرما رہے ہیں، اس طرح کے کلمات ہیں، ایسے حضرات جن کے بارے میں یہ صُورت ہوئی ہے یہ ہیں دس اور ان دس مبشّرین میں سے یہ دو حضرات بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں ان حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے۔ (آمین)

(قسط : ۴)

مقاصدِ شریعت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم دار العلوم دیوبند
تبویب و تزئین : مولانا نعیم الدین صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

اسباب کچھ نہیں کرتے یہ تو آلات ہیں

حقیقت یہی ہے کہ اسباب کچھ نہیں کرتے ، یہ آلات ہیں کرنے والی چیز۔ قدرتِ خداوندی ہے مشیّتِ الٰہی ہے، پانی نہیں ڈبوتا۔ مشیّت ڈبوتی ہے۔ اگر مشیّت نہ چاہے پانی ہو موجیں آسمان کی برابر چلی جائیں نہیں ڈوب سکتا آدمی اور مشیّت چاہے گی تو ڈوب جائے گا۔

دریائے قلزم کے اندر بنی اسرائیل بھی کودے اور فرعون بھی کودا۔ بنی اسرائیل پار نکل گئے پانی نے کوئی اثر نہیں کیا بلکہ راستے بن گئے اور فرعون اور فرعونیوں کو ڈبو دیا تو پانی ڈبونے والا نہیں تھا۔ مشیت ڈبونے والی تھی۔ مشیت متعلّق ہوئی کہ یہ ڈوبیں تو یہ ڈوب گئے اور اِن سے متعلّق تھی مشیت کہ یہ تریں تو یہ تر گئے۔

آگ نہیں جلاتی بلکہ مشیت جلاتی ہے۔ مشیت میں ہو آگ کچھ نہیں کر سکتی آخر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو آگ میں ڈالا گیا مشیت نہیں تھی کہ آگ جلائے وہی باغ و بہار بن گئی کچھ نہیں کر سکی۔

چھُری نہیں کاٹتی اس کی دھار نہیں کاٹتی بلکہ مشیتِ خداوندی کاٹتی ہے اگر مشیت نہ ہو دھار دار چھُری ہو کام نہیں کرے گی، آخر حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی گردن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھُری پھیری ، پھر رہی ہے چھُری مگر کاٹ نہیں رہی ہے۔ اس لیے کہ مشیتِ خداوندی نہیں تھی، تو کاٹنے والی چھری نہیں ڈبونے والا پانی نہیں یہ اسباب ہیں ڈبونے کے یہ اسباب ہیں

ذبح ہونے کے، اصل میں ان میں تاثیر آتی ہے مسبب کی طرف سے، تو اسلام کا عقیدہ یہی ہے کہ اسباب ضرور اختیار کرو تاکہ بندگی واضح ہو مگر اُنہیں مؤثر بالذات مت سمجھو کہ انھی میں سب کچھ رکھا ہُوا ہے۔ مؤثرِ حقیقی ذاتِ خُداوندی ہے۔ وہ اسباب میں تاثیر نکال دے تو کچھ نہیں کر سکتا۔

آدمی اولاد چاہتا ہے۔ بیوی کے پاس جاتا ہے پچاسیوں دفعہ گیا، نہیں ہُوئی۔ تمنّا ہے بچّوں کی بقول شخصے کہ چڑے کا بچّہ ہی ہو جاتے، مگر نہیں ہُوا اور بعض وہ ہیں کہ نہیں چاہتے کہ اولاد ہو اور ہر سال ایک بچّہ ہر سال ایک بچّہ تنگ آجاتے ہیں کہ کہاں تک اُنہیں پالوں اور پرورش کروں تو تمنّا کیوں نہیں پُوری ہوتی، حالانکہ اسباب سارے پُورے ہو رہے ہیں اس واسطے کہ مشیّت نہیں ہے۔ مشیّت کیوں نہیں؟ اس لیے کہ حکمت کے خلاف ہے یہی مصلحت ہے اس بندے کے لیے کہ نہ ہو اولاد، اُس کے لیے یہی مصلحت ہے کہ ہو اولاد، تو نظر ہو جاتی ہے اہل اللہ کی مشیّت اور مرضیِ الٰہی پر جب اس پر نظر ہُوئی تو اسباب کالعدم ہو جاتے ہیں باوجودیکہ ہیں موجود، یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسباب نہیں ہیں، مگر دھیان دوسری طرف ہوتا ہے تو جب اُس پر دھیان ہو جائے گا۔ اور تعلق مع اللہ مضبوط ہو جائے گا۔ پھر تشویش بھی ختم، پریشانیاں بھی ختم، دل کی بے سُکونی بھی ختم، ٹھنڈک پیدا ہو جائے گی۔ قلب کے اندر۔

تعلّق مع اللہ آخرت کے ساتھ دنیا کیلیے بھی ضروری ہے

اس سے معلوم ہُوا کہ تعلق مع اللہ صرف آخرت ہی کے لیے ضروری نہیں ہے دُنیا کے لیے بھی ضروری ہے۔ دُنیا کا سکون بھی چاہتے ہو تو تعلّق مع اللہ ہونا چاہیے جو لوگ صاحبِ وسائل ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اُن کے دلوں میں قطعًا وہ سکون نہیں جو اہل اللہ کے دل میں ہے باوجودیکہ سامان نہیں ہے اُن کے پاس وہ ہر وقت مگن اور مطمئن ہیں۔

ایک غلام کا قصّہ

کسی غلام کو دیکھا قحط سالی کا زمانہ تھا۔ لوگ اپنے بچّوں کو بھون بھون کر کھا گئے۔ غلام کو دیکھا کہ بڑا مگن اور مطمئن پھر رہا ہے۔ اُس سے کہا گیا کہ بھئی دُنیا تو قحط میں مر رہی ہے اور تو پھر رہا ہے بڑا ہشاش بشاش اس نے کہا کہ میں اس لیے پھر رہا ہوں کہ میرے آقا کے یہاں تو غلے کے گودام بھرے پڑے ہیں تو مجھے کیا فکر ہے؟ میں مگن

ہوں، تو ایک غلام مطمئن ہے اپنے آقا کے غلّے کے گوداموں پر لیکن ایک بندہ اللہ کا مطمئن نہ ہو۔ اللہ کے اوپر کہ اُس کے خزانے بھرپور ہیں مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا بس اہل اللہ نے اس نکتے کو سمجھ لیا ہے کہ تعلّق مع اللہ پیدا کر لو پھر قلب کے لیے سکون ہی سکون ہے۔ تشویش کی کوئی وجہ نہیں پریشانی کی کوئی وجہ نہیں، تو میں سمجھتا ہوں کہ آخرت کی زندگی ہی موقوف نہیں ہے تعلّق مع اللہ پر، دُنیا کی زندگی کا سکون بھی تعلّق مع اللہ پر موقوف ہے جبھی جا کر طمانیت اور اطمینان قلب میں پیدا ہوتا ہے کہ آقا پر مطمئن ہو جائے غلام کہ جب وہ سَر پر ہے تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

اگر گورنمنٹ کا ایک معمولی حاکم کلکٹر کسی جگہ کا وہ کسی کو یقین دلا دے کہ پریشان مت ہونا میری پُوری پولیس تیرے ساتھ ہے وہ جناب بھاگا بھاگا پھرے گا کہ اَب مجھے مُلک میں ستانے والا کوئی نہیں میری پشت کے اُوپر گورنمنٹ ہے، سکون ہی تو ہے اُسے اطمینان ہی تو ہے ایک حاکم کے قول پر، تو اللہ جسے قول دے کہ اگر تو میرا بن جائے گا تو مَیں تیرا ہوں اُس کے دل میں تشویش کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے کہ یقین نہ ہو اللہ کے وعدوں پر ایمان صحیح نہ ہو تو پھر ہے پریشانی۔

حدیث میں ارشاد فرمایا " مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَّاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهٖ الْهُمُوْمُ اَحْوَالُ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ فِيْ اَيِّ اَوْدِيَتِهَا هَلَكَ "[1] فرماتے ہیں حق تعالیٰ کہ جس نے ساری دُنیا کے غم کو چھوڑ کر ایک میرا غم لگا لیا اور میری رضا کے فکر میں ہے تو اُس کے سارے غموں کے لیے مَیں کافی ہوں، مطمئن رہے پریشان نہ ہو اور اگر میرا غم چھوڑ کر ساری دُنیا کے غم لگا لیے، لباس کا اور کھانے کا، جائیداد کا اپنی فرمایا کہ جس گڈّے میں جا کر ہلاک ہو جائے۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں، رہے بے سکونی میں رہے پریشانی میں

سکون کا خزانہ تعلّق مع اللہ ہے

سکون کا خزانہ تعلّق مع اللہ ہے۔ صرف آخرت کی زندگی نہیں بلکہ دُنیا کی زندگی بھی جبھی خوشگوار ہو سکتی

---

[1] مشکوٰۃ ص ۳۷

ہے کہ اللہ سے تعلّق صحیح ہو اور قلب کا مرکز صحیح بن جائے۔ ظاہر بات ہے کہ جب قلب کا مرکز صحیح ہو جائے گا۔ تعلّقِ حق تعالیٰ سے قائم ہو جائے گا تو اُدھر کے کمالات بھی آنا شروع ہوں گے، اُدھر کی برکات بھی آنی شروع ہوں گی۔ اُدھر سے اوصافِ کمال بھی اس کے اندر آئیں گے۔ آخرت کی زندگی کے لحاظ سے بھی ضروری ایک ہی سرچشمہ ہے کہ جس سے لگ کر آدمی پریشانیوں سے گھٹن سے بچ سکتا ہے اور اگر ہر وقت آپ اس فکر میں ہیں کہ یہ مرے یا جیے میرا فائدہ ہو جائے یہ تو خود مطلبی ہے خود غرضی اس کا نام خدمت نہیں، خدمت کرنے والا اپنے نفس کو بھلا کر اپنے بھائی کی خدمت کرے گا کہ اس کا نفع ہو میرا چاہے نقصان ہو یا نہ ہو تو اسلام نے خود غرضی کو مٹا کر ایثار پیدا کیا ہے کہ خدمتِ خلق اللہ اپنے اندر پیدا کرو۔ اس کا جذبہ اپنے اندر (پیدا کرو)

ایمان کی جو تعریف کی ہے عُلماء نے وہ دو ہی چیزوں سے کی ہے کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفْقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ اللہ کے اوامر کی عظمت دِل میں ہو اور مخلوقِ خُدا کی خدمت کا جذبہ دل میں ہو ان دو چیزوں کا نام ہے ایمان یعنی ان کے مجموعہ کا، اگر ایک شخص خادمِ خلق ہے مگر اللہ کے قانون کی عظمت نہیں کرتا وہ بھی درحقیقت ایماندار نہیں ہے اور اگر ایماندار پکّا ہے اللہ پر بھروسہ بھی ہے مگر خدمتِ خلق کے بجائے خلق کو ایذا رسانیاں کر رہا ہے۔ تکلیفیں پہنچا رہا ہے تو درحقیقت خلل ہے اُس کے ایمان میں، ایمان کی دو بنیادیں ہیں کہ تعظیم ہو اوامرِ الٰہیہ کی اور جذبۂ خدمت ہو خلق اللہ کے لیے، ان دو چیزوں سے ایمان مضبوط ہوتا ہے تو مخلوق کے ساتھ تعلّق جب قائم ہو سکتا ہے کہ جب احسان اور ایثار اور خدمت کے جذبات ہوں اور مساوات کا جذبہ ہو کہ یہ میرا بھائی ہے اسے بھی پہنچنا چاہیے، اگر میرے پاس ایک روٹی ہے دوسرے کو نہیں تو میں آدھی آدھی بانٹ لوں گا تاکہ دونوں کے پیٹ میں کچھ نہ کچھ پہنچ جائے تنہا کھا لینا خود غرضی ہوگی۔ جیسے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے اگر کسی کی دیوار کے پیچھے پڑوسی پر فاقے گزر رہے ہیں اور وہ پیٹ بھر کر کھا رہا ہے اُس کی نمازیں بھی قبول نہیں ہوں گی۔ جب تک کہ وہ پڑوسی کی رعایت نہ کرے اور اُس کے پیٹ بھرنے کی کوشش نہ کرے، تو آدمی یہ سمجھے کہ میں اتنی تلاوت کرتا ہوں اتنی نمازیں پڑھتا ہوں اور خدمتِ خلق کا یہ عالم کہ دیوار کے نیچے فاقہ بھر رہے ہیں لوگ تو کہا جائے گا کہ اُس نے فی الحقیقت ایمانداری کا ثبوت نہیں دیا اور یہ نماز و ذکر کار آمد نہیں ہوں گے جب

تک کہ اس کے اندر جذبہ نہیں پیدا ہو جائے گا خدمتِ خلق کا کہ میرا بھائی بھی بھوکا نہیں رہنا چاہیے ، تو بہرحال یہ جذبہ پیدا کیا جائے۔

اُصول فرمادیا گیا کہ اَحِبَّ لِاَخِیْکَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو اور جو چیز اپنے لیے بُری جانتے ہو اپنے بھائی کے لیے بھی بُرا جانو جب تک یہ مُساوات نہیں ہوگی معاملے کی ایمانداری مضبوط نہیں ہو سکے گی ، اگر آپ یہ چاہتے ہیں اور آپ کو بُرا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے کوئی گالی دے تو آپ بھی کبھی کسی کو گالی نہ دیں جو اپنے لیے بُرا سمجھتے ہیں وہ اپنے بھائی کے لیے بُرا سمجھیں۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کی بہو بیٹی پر کوئی بُری نگاہ نہ ڈالے آپ اسے بُرا جانتے ہیں تو آپ بھی کبھی کسی کی بہو بیٹی پر بُری نگاہ نہ ڈالیں جب تک یہ نہیں کریں گے آپ کی ایمانداری مضبوط نہیں ہوگی۔

ہم میں اور صحابۂ کرامؓ میں فرق

فرق یہی ہے کہ ہم لوگ لڑتے ہیں اپنی اغراض کی خاطر کہ مجھے یہ مل جائے چاہے دوسرا فاقے مرجائے حضراتِ صحابہ میں ایثار وہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ لڑتے تھے اس پہ کہ انہیں مِل جائے مجھے نہ ملے۔

ایک صحابی کا واقعہ

حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے زمین خریدی دوسرے صحابی نے اُس کو جو کھدوایا تو اس کے اندر سے ایک بہت بڑا پتیلا نکلا پیتل کا یا تانبے کا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ لاکھوں روپے کا سونا اُنھوں نے کہا یہ بند کا بند رہنے دو اور وہ پیتل کا پتیلا لے کر پہنچے اُن کے ہاں جن سے زمین خریدی تھی کہ یہ آپ کی چیز ہے آپ رکھیں۔ اُنھوں نے کہا کیا مطلب ہے ؟ کہا میں نے جو زمین لی تھی اُس میں سے نکلا ہے اُنھوں نے کہا کہ جب میں نے زمین بیچ دی تو زمین میں تحت الثریٰ تک جو کچھ ہے وہ بھی بیچ دیا یہ تو آپ کا ہے میرا کب ہے اُنھوں نے کہا میں نے جو ہزار روپے دیے تھے وہ زمین کے ٹکڑے کے دیے تھے۔ ان دس لاکھ روپے کے سونے کے تھوڑا ہی دیے تھے یہ آپ کا ہے اُنھوں نے کہا کہ جب زمین دے دی تو وہ بھی دے دیا اُنھوں نے کہا کہ میں نے جب خریدی زمین تو اس میں ذکر نہیں تھا اب وہ کہہ رہے ہیں یہ آپ کا وہ کہہ رہے ہیں یہ آپ کا ، اس پر لڑائی ہو رہی ہے ہم تو اس پر لڑتے ہیں کہ ہمارا ہے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں ، ثابت کرتے ہیں کہ یہ ہماری زمین ہے۔ وہ ثابت کرنے کی فکر میں تھے کہ میری نہیں میرے بھائی کی ہے جب

جھگڑا ختم نہ ہو سکا تو مقدمہ پہنچا حضور تک صلّی اللہ علیہ وسلّم جب دیکھا کہ یہ سمجھتے نہیں تو فرمایا تمہارے کوئی اولاد بھی ہے ایک نے کہا لڑکا ہے۔ ایک نے کہا ہاں میرے ہاں لڑکی ہے فرمایا دونوں کی شادی کر دو اُس میں خرچ کر دو اِس مال کو تو خوش ہو کر چلے گئے۔ گویا لینے پر کوئی تیّار نہیں ہُوا کہ اپنے اُوپر خرچ کریں نہ وہ راضی ہُوئے نہ یہ راضی ہُوئے تو اولاد پر خرچ کر دیا اس پر راضی ہو گئے، یہ وہی جذبۂ خدمت اور جذبہ ایثار تھا کہ لڑائی ہوتی تھی دینے کے اُوپر لینے پر لڑائی نہیں ہوتی تھی۔ ہماری لڑائی لینے پر ہوتی ہے اس لیے کہ محبّت گھسی ہُوئی ہے دُنیا کی، اُن کے دلوں میں محبت گھسی ہُوئی تھی اللہ اور رسول کی اور یہ دُنیا اس کے تابع تھی تو وہ لینے پہ نہیں جھگڑتے تھے دینے پہ جھگڑتے تھے۔ ہمارے دل میں تو گھٹن جب ہوتی ہے جب پیسہ پاس نہ رہے اُن کے دل میں گھٹن جب ہوتی تھی جب پیسہ بڑھ جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ لکھ پتی صحابہ میں ہیں ایک دن آئے تو چہرہ اُداس تھا۔ بیوی بھی صحابیہ تھیں اُنہوں نے کہا کہ آج آپ غمگین کیوں ہیں؟ کہا خزانہ میں روپیہ بہت جمع ہو گیا دل پہ بوجھ ہو رہا ہے وہ بھی صحابیہ تھیں اُنھوں نے کہا بوجھ ہو رہا ہے تو غریبوں پہ تقسیم کر دو اُسے بوجھ رکھنے کی کیا ضرورت ہے کہا واقعی بات تو ٹھیک کہی میرے ذہن ہی میں نہیں آئی اُسی وقت خزانچی کو حکم دیا کہ غریبوں میں تقسیم کر دو، رات بھر مدینہ کی گلیوں میں روپیہ تقسیم ہوتا رہا یتیموں کو بیواؤں کو مفلسوں کو، صبح کو جب حساب لگایا تو چھ لاکھ درہم تقسیم ہُوئے رات بھر میں چھ لاکھ روپیہ، صبح کو بیوی کا شکریہ ادا کیا کہا اللہ تجھے جزائے خیر دے میرا دل ہلکا ہو گیا۔ سارا بوجھ ختم ہو گیا تو ہم پہ تو بوجھ جب پڑتا ہے جب پیسہ کی کمی آجائے۔ وہاں بوجھ جب پڑتا ہے جب پیسہ کی زیادتی ہو جائے فرق یہی تھا کہ ہم میں تعلّق مع اللہ کمزور ہے اُن کا تعلّق مع اللہ مضبوط ہے اس لیے اُن کی نگاہ نہیں تھی ان چیزوں کی طرف ہمارا تعلق انہی چیزوں سے ہے یہ گھٹ جائیں تو دل میں پریشانی بڑھ جائے تو دل میں سکون بجائے اس کے کہ توکل علی اللہ کریں کسی نے توکل علی الدولت کر رکھا ہے اور کسی نے توکل علی العورت کر رکھا ہے کسی نے توکل علی البلڈنگ کر رکھا ہے۔ مختلف توکلات میں اور نہیں توکل تو اللہ کے اُوپر (نہیں)، اُن کا توکل تھا اور بھروسہ اور اعتماد تھا حق تعالیٰ کے اُوپر اس لیے ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ یہ ضروریاتِ زندگی تھیں۔

توکل کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی کھانا کمانا چھوڑ دے

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی آج سے کمانا بھی چھوڑ دے ملازمت بھی چھوڑ دے۔ جائیداد تجارت بھی چھوڑ دے کہ صاحب میں تو نظر نہیں رکھتا یہ بھی غلط ہے یہ افراط ہے وہ تفریط کمانا بھی ضروری ہے لازم قرار دیا ہے اسلام نے "کَسْبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ" پاک اور حلال کمائی کرنا اِسی طرح فرض ہے جس طرح سے نماز پڑھنا فرض ہے، اپنی قوّتِ بازو سے کماؤ بھک منگے مت بنو کہ دوسرے سے مانگ کر کھاؤ ایسے بنو کہ دس کو کھلا کر کھاؤ قوّتِ بازو سے کماؤ، تو کسبِ حلال کو فرض قرار دیا گیا ہے، کیوں کماؤ تاکہ زندگی آسودگی سے گزرے کیوں زندگی آسودگی سے گزرے، تاکہ اللہ کی عبادت کرسکو۔ بندگی کے فرائض انجام دے سکو تو مقصودِ اصلی کمانا نہ ہوا، بلکہ بندگی اور عبدیت ہوئی، اُس کے وسائل میں سے ہے کمانا تو اسے لازم قرار دے دیا گیا کہ کماؤ تو حاصل یہ کہ میرے پاس اتنا ہوجائے کہ مَیں دوسرے سے مانگنے کے لائق نہ بنوں، لیکن اُس میں اگر حق تعالیٰ برکت دے اور سو سے تم ہزار پتی بن جاؤ اور ہزار سے لکھ پتی تو یہ نہیں کہ اُس دولت کو سمندر میں بہا دو جاکر اس کی حفاظت کرو اور اس میں سے حقوق ادا کرو، اولاد کا حق بیوی کا حق رشتہ داروں کا حق، غریبوں کا حق قوموں کا حق یہ ادا کرو تو کمانا بُرا نہیں ہے حقوق کا ادا کرنا ضروری ہے۔ جب وہ کمائی پاک بنے گی، تو یہ مطلب نہیں ہے کہ توکل اللہ پہ کرکے ان چیزوں کو ترک کردے آدمی ملازمت، زراعت سب چیزوں کو چھوڑ چھاڑ دے، سب چیزیں اختیار کرلے اور اللہ ہی کے کہنے کے مطابق اُنہیں خرچ کرے تو پھر یہ ساری چیزیں طاعت و عبادت میں داخل ہوجائیں گی تو صحابہ کرام میں لکھ پتی بھی ہیں کروڑ پتی بھی ہیں اگر دُنیا کمانا مُضِر ہوتا تو صحابی نہ ملازمت کرتے نہ تجارت کرتے نہ صنعت و حرفت میں پڑتے لکھ پتی ہونا تو بعد کی چیز ہے، لیکن وہ لکھ پتی بھی ہیں۔

نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

خَلِیْلَیَّ مَا بَالُ الْمُحِبِّیْنَ قَدْ طَوَوْا   حَدِیْثَ شُجُوْنٍ قَبْلَ اَنْ یَّبْرُدَ الْھَوٰی

میرے دائیں بائیں کے جگری دوستو! یہ کیا ہوا؟ کہ اہلِ محبت نے آتشِ عشق سرد ہونے سے پہلے ہی حدیثِ عشق لپیٹ کر رکھ دی۔

حَرِیْقٌ بِاَکْبَادٍ تَقَطَّعْنَ مِنْ جَوًی   بِاَلْحَاظِ اَجْفَانٍ مِّنَ الْبِیْضِ کَالْمَھَا

ان جگروں میں ایک آگ لگی ہوئی ہے جو ہمسر غزالاں حسین عورتوں کی آنکھوں کے پردوں میں ترچھی نظروں سے شدتِ عشق میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں

وَلَلْحُبُّ ظَلَّامُ الْعِبَادِ وَرَبِّہٖ   فَیَسْلُبُ اَرْوَاحًا وَّیَفْعَلُ مَا یَشَا

اور پروردگار محبت کی قسم یقیناً محبت تو لوگوں پر بہت ظلم کرتی ہے کہ جان کھینچ ڈالتی ہے اور جو چاہتی ہے کرتی ہے۔

وَلٰکِنَّ لِیْ یَا صَاحِ دُوْنَ اَغَنِّھَا   وَاَکْحَلِھَا شُغْلًا بِحِبٍّ تَخَامَرَا

لیکن میرے دوست! مجھے تو ان سرگیں آنکھوں والیوں اور نازست گفتگو کرنے والیوں سے ہٹ کر ایسے محبوب سے سروکار ہے جو رگ وپے میں سمایا ہوا ہے۔

فَاَلَتْ جِبَاہُ الْعِشْقِ مِنْ نُوْرِ حُسْنِہٖ   تُھَرْوِلُ شَوْقًا کَالْفَرَاشِ لِتَسْجُدَا

عشق والوں کی پیشانیاں اس کے نورِ حسن سے (اس کی طرف) لوٹ کر (اس کے حضور جھک جانے کے لیے نہایت تیز قدمی سے چل پڑیں۔

قَرِیبٌ مِنَ الاحشاءِ والقلبِ مَن غدا　　لہ منزِلٌ فوقَ الکواکِبِ والسُّھا

وہ سینہ اور دل کے قریب ہے کہ جس کا ٹھکانا ستاروں اور سُہا[1] ستارے سے بھی بلند ہے

فَوَاللّیلِ اِذْ یغشٰی وَوَالشَّمسِ وَالضُّحٰی　　وَوَالنَّجمِ اِذْ یھوی وَوَالْفَجرِ اِذْ اَضا

پس رات کی قسم[2] جب وہ ڈھانپ لے اور سورج کی قسم چاشت کی قسم اور تارے کی قسم جب وہ نیچے آئے (غروب ہو) اور فجر کی قسم جب وہ روشنی پھیلائے

لَقَدْ خَرَّ مُوسٰی دُونَ رُؤْیَۃِ رَبِّہٖ　　وَلَمْ یَزِغِ الْاِبْصَارُ مِنْہُ وَمَا طَغٰی

(کہ) حضرت موسیٰؑ اپنے پروردگار کی رویت کامل سے پہلے ہی بیہوش ہو کر گر پڑے تھے اور اُن[3] کی رویت میں (یہ ہوا کہ) نہ نظر ٹیڑھی پڑی نہ (یہ ہوا کہ) جہاں پڑنی چاہیے تھی وہاں سے متجاوز ہو کر آگے پڑی۔

وَوَالطُّورِ قَدْ اَدْنَاہُ حَتّٰی کَاَنَّہٗ　　لَاَدْنٰی مِنَ الْقَابَیْنِ لِلْقَوْسِ اِذْ دَنٰی

اور طور کی قسم حق تعالیٰ نے ان کو قرب عطا فرمایا حتیٰ کہ وہ اتنے نزدیک ہوئے کہ مثال کے لیے فرمایا گیا کہ جیسے کمان کے دو سروں کے فاصلہ کے برابر تک نزدیک ہو گئے۔

فَھَلْ یَرِدَنْ یَوْمًا مِیَاہَ فُیُوضِہٖ　　ضَعِیفٌ سَقَامٍ مُسْتَھَامٌ تَشَتَّتَا

تو کیا ایسا کوئی دن آئے گا کہ ان کے فیوض کی نہروں سے وہ آدمی جو بیماری سے کمزور اور حیران و پراگندہ خاطر ہے سیراب ہو۔

فَیَالَیْتَ کَاسًا مِنْ حَبِیبٍ لِرُوحِہٖ　　اِذَا مَا اَتَاہُ نَائِبًا عَنْہُ مَا اَتٰی

کاش ایسا ہو کہ ایک پیالہ اپنے حبیب سے اس کی روح کو عنایت ہو جائے جب اس (ضعیف) کی نیابت کرتے ہوئے اس کے حضور وہ چیز حاضری دے جو حاضری دیتی ہے۔

---

[1] چھوٹی بنات النعش میں ایک مخفی سا ستارہ ہے، عرب اسے دیکھ کر اپنی تیزیٔ نگاہ کی آزمائش کیا کرتے تھے

[2] اس قسم کے کلمات (قسم کے مشابہ) مضمون کی تاکید کے لیے لائے جاتے ہیں۔ یہ حقیقتاً قسم نہیں ہوتے بلکہ فقط صورۃً قسم ہوتے ہیں

[3] حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی۔

شخصیات

عالمِ اسلام کی بلند پایہ علمی شخصیت

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ

مولانا محمد عیسیٰ منصوری (لندن)

۴ رمئی ۱۹۹۷ء کو عالمِ اسلام کے ممتاز عالمِ دین عظیم محدّث اسلام کے داعی ومبلغ اور مناظر مولانا محمد منظور نعمانی کی وفات کے ساتھ علمی و تصنیفی سرگرمیوں کے ایک طویل دَور کا خاتمہ ہوگیا۔

مولانا نعمانیؒ بیک وقت ممتاز عالم دین، بلند پایہ محدّث، عظیم مصنّف اسلام کے مبلّغ وداعی صاحبِ طرز ادیب و مناظر اور معرفت و سلوک کے رمز شناس تھے مولانا کی علمی و دینی خدمات ۷۰ سال کے طویل عرصہ پر محیط ہیں۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی پیدائش یوپی ضلع مراد آباد کے مردم خیز قصبہ سنبھل میں ۱۹۰۵ء میں ایک خوشحال و خوش عقیدہ دیندار گھرانہ میں ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم سنبھل ہی میں ہوئی، ۱۴ سال کی عمر میں آپ رشتہ کے نانا مولانا کریم بخش سنبھلی کے زیرِ تربیت کر دیے گئے جو حضرت شیخ الہندؒ کے ممتاز تلامذہ میں تھے اور متو کے مشہور دار العلوم میں شیخ الحدیث تھے۔ علومِ دینیہ کی تکمیل برِّصغیر کی سب سے عظیم دینی درس گاہ ازہرِ ایشیاء دار العلوم دیوبند میں ہوئی جہاں اس وقت مولانا اعزاز علیؒ علّامہ ابراہیم بلیاویؒ اور محدّث شہیر علّامہ انور شاہ کشمیریؒ جیسے اکابر علماء موجود تھے۔ اِن مشاہیر علماء سے علمی استفادہ و صحبت نے آپ کی شخصیت کو نکھارا اور آپ اسلام کے مبلّغ و داعی متکلم و مفکّر اور ایک عظیم مصنّف و مناظر بن کر نکلے اور آپ نے اپنی صلاحیتوں اور قلم کو اشاعتِ دین احیاءِ سُنّت و شریعت کے لیے وقف کر دیا۔

مولانا نعمانیؒ ۲۹ سال کی عمر میں متفقہ طور پر دار العلوم دیوبند کے رکنِ شوریٰ منتخب کیے گئے اسکے علاوہ برِّصغیر کی دوسری عظیم درس گاہ "ندوۃ العلماء" لکھنؤ کے رکنِ انتظامی و شوریٰ "رابطہ عالم اسلامی" مکّہ مکرّمہ کی مجلس شوریٰ کے رُکن نیز مسلم پرسنل لار بورڈ، دینی تعلیمی کونسل اور مجلس مشاورت کے بانی

ممبران میں تھے۔ آپ نے ۱۹۳۲ء میں امامِ اہلِ سنّت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے قائم کردہ ادارہ دارالمبلغین اوراس کے بعد ندوۃ العلماء میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔

مولانا نعمانی رحؒ عملی سیاست سے دست کش رہے، لیکن سیاست کے اُتار چڑھاؤ پر ہمیشہ ان کی نظر رہی اور ملّتِ اسلامیہ پر جب بھی کڑا وقت آیا آپ علمی کاموں اور تصنیف و تالیف کے گوشۂ عافیت کو چھوڑ کر عملی میدان میں آگئے۔ چنانچہ جنوری ۱۹۶۴ء میں راوڑکیلا اور جمشید پور کے بھیانک فسادات کے بعد جو ایک طرح کی نسل کشی تھی گھروں اور کھیتوں میں ہزارہا مسلمانوں کے کٹے ہوئے سر تربوز اور خربوزے کی طرح پڑے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے مولانا نے اس علاقہ کا دورہ کیا مسلمانوں اور برادرانِ وطن کو جھنجھوڑا اس کے سدِّباب کے لیے مجلسِ مشاورت کے محرک و داعی بن کر مشاورت کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا اسی طرح صحافت میں مسلمانوں کے موقف اور آواز بلند کرنے کے لیے ہفت روزہ ندائے ملّت کے اجراء میں بھرپور حصّہ لیا۔

آپ کا شمار برِّصغیر کے چوٹی کے مصنّفین میں ہوتا ہے۔ آپ کے قلم سے چھوٹی بڑی تنّو کے قریب کتابیں نکلیں جن میں اسلام کیا ہے؟ دین و شریعت، قرآن آپ سے کیا کہتا ہے، آپ حج کیسے کریں تذکرہ مجدّد الف ثانیؒ ملفوظات مولانا محمّد الیاسؒ، کلمہ طیّبہ کی حقیقت، تصوف کیا ہے، ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت آپ کی عظیم تصنیفات ہیں۔ سب سے بڑھ کر معارف الحدیث (۷ جلد) جس میں آپ نے عصری ذہنی سطح کو سامنے رکھ کر انتہائی سہل و دلنشین انداز میں حدیثِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تفہیم و تشریح فرمائی یہ کتاب اُردو ادب کا شاہکار اور اُردو میں حدیث کا بے نظیر ذخیرہ تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ کی تصانیف اُردو انگریزی، فرنچ گجراتی، بنگالی سمیت دُنیا کی متعدد زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوئیں۔ مولانا نعمانیؒ نے اپنی تصانیف میں جو زبان استعمال فرمائی وہ سادگی، برجستگی کے ایسے اچھوتے طرز کی نثر ہے جس کی مثال مشکل سے ملے گی اس کو سہلِ ممتنع کہا جانا چاہیے آپ کی تصانیف ممتاز ہی نہیں بلکہ منفرد ہیں اپنے مقصد حُسنِ انتخاب حُسنِ تعبیر حُسنِ بیان حسنِ تفہیم اور ذہنوں کی رعایت کی بناء پر اسے خاص توفیق الٰہی اور کرامت سے تعبیر کر سکتے ہیں بڑے بڑے علمی مسائل اور معارف کو انتہائی سادہ انداز اور سہل زبان میں بیان کر دینا آپ کا ایسا امتیاز تھا جس میں کوئی آپ کا شریک اور سہیم نظر نہیں آتا، آپ نے اُردو کے ایک خاص طرزِ نگارش

بنیاد رکھی جو اُردو ادب اور زبان کی بھی بہت بڑی خدمت قرار دی جا سکتی ہے۔

مولانا نعمانیؒ کا سب سے امتیازی وصف توحید و سُنّت کی صیانت و حفاظت کے لیے ہمہ وقت سینہ سپر رہنا ہے۔ اسلام پر ہونے والا حملہ خواہ وہ بیرون سے ہو یا اندرون سے اسلام کی معنوی تحریف و شبیہہ بگاڑنے کی سعی تمام فرقِ مُنحرفہ و محرّفہ کا آپ نے ساری زندگی کامیابی سے مقابلہ کیا۔ آریہ سماجی مسیحی، قادیانی، انکارِ حدیث، رفض و شیعیت رضا خانیت تحریک خاکسار شرک و بدعات ہندوانہ فکر و کلچر سے پیدا شدہ جاہلی رسم و رواج آپ ان تمام فرقوں اور ان کی کتابوں سے گہری واقفیت رکھتے تھے ان کی کتابوں کے گویا حافظ تھے۔ بوقتِ ضرورت اس طرح سُناتے اور حوالہ دیتے گویا دیکھ کر پڑھ رہے ہوں۔ آپ ابتدار میں برسوں تک اسلام اور اہلِ سُنّت کے مناظر کی حیثیّت سے سرگرمِ جہاد رہے برِّصغیر کی سب سے بڑی علمی و دینی شخصیّت مفکّرِ اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی کی شہادت ہے۔

"عالمِ عربی میں شیخ عبدالوہاب اور شیخ حسن بنّا نے جو کام کیا برِّصغیر میں مولانا نعمانیؒ نے وہ کام کیا کیفًا و کمًّا جتنا کام مولانا نعمانیؒ نے کیا وہ کسی اور حصّہ میں نہیں آیا۔"

آپ نے ۱۹۳۴ء میں ماہنامہ الفرقان جاری کیا جو ۶۵ سال سے برِّصغیر کا نہ صرف دینی و علمی رسالہ ہے بلکہ ایک مستقل مکتبِ خیال اور مدرسۂ فکر ہے جس نے مُسلمانوں کی ذہنی و فکری تربیت و رہنمائی کی اور توحیدِ خالص و سنتِ صحیحہ کا پیغام پہنچایا اور ملّی و دینی شعور پیدا کیا اور عالمِ اسلام کی بلند پایہ دینی و علمی شخصیّات سے روشناس کرایا

مولانا نعمانیؒ کو اس صدی کے اکابر اہلِ علم و اہلِ دل بزرگوں کی قربت صُحبت استفادہ اور ان کی ترجمانی کا شرف حاصل ہوا جیسے تبلیغی جماعت کے بانی و مؤسس مولانا محمّد الیاسؒ محدّث شہیر علّامہ انور شاہ کشمیریؒ، حکیم الاُمّت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ امام اہلِ سُنّت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور پاکستان کے ممتاز علماء میں مولانا حسین علی شاہ مجدّدی اور امیرِ شریعت سیّد عطاءاللہ شاہ صاحب بخاریؒ وغیرہ وغیرہ آپ ان مشاہیر اہلِ علم و فضل اور اہلِ اللہ کے منظورِ نظر اور محبوب رہے اور آپ کے قلم نے ان بزرگوں کے علوم اور فیوض کو عام کیا، اسی طرح آپ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک تبلیغی جماعت

سے وابستہ رہے۔ آپ کے علم وقلم نے تبلیغی جماعت اور اس کے کام کو تقویت پہنچائی اور استحکام بخشا۔

مولانا نعمانی رحؒ کے امتیازی اوصاف میں سے رسوخ فی العلم ہے جو اس دَور میں نایاب ہوچکا ہے۔ خاص طور پر احادیث کے ذخیرہ پر آپ کی نظر بہت عمیق وگہری تھی آپ کی اصابتِ رائے جو دینی ملّی مسائل میں رہنمائی کرتی اس کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ میں اکثر آپ ہی کی تجاویز و رائے پر اتّفاق رائے ہوتا، اسی طرح ندوہ کے پچاسی سالہ جشن کے موقع پر صدارت کے لیے شیخ الازہر شیخ عبدالحلیم محمود کا نام آپ ہی نے تجویز فرمایا تھا۔ اسی طرح دینی حمیّت وغیرتِ مِلّت کے لیے دل سوزی اضطراب و بے چینی اور فکرمندی درد و تڑپ آپ کا خصوصی وصف تھا۔

مولانا نعمانی رحؒ توحید وسُنّت کے معاملہ میں ادنیٰ لچک و کمزوری روا نہیں رکھتے تھے۔ آپ کا تصوف وسلوک بھی سو فیصد قرآن وسُنّت کے تابع تھا۔ آپ اس میں مسلکِ شاہ ولی اللّٰہی پر کاربند تھے، اسی طرح آپ انتہائی متواضع منکسر المزاج بے حد شفیق و مہمان نواز تھے گزشتہ سال لندن سے تبلیغی جماعت کے چند افراد حاضرِ خدمت ہوئے ان کے پاس ٹھہرنے کا وقت نہیں تھا تو آپ نے اپنی جیب سے سو روپیہ نکال کر عطا کیے اور فرمایا مہمان کا اکرام تین طرح ہوتا ہے۔ (۱) دعوت کرنا۔ (۲) کھانا پکا کر پہنچانا۔ (۳) راستہ کے لیے انتظام کردینا آپ لوگ ریل میں کھانا میری طرف سے کھا لینا۔ اسی طرح آپ کو دُعا سے خصوصی شغف تعلّق و مناسبت تھی۔ دُعا بہت اہتمام و دل جمعی سے مانگتے ———— سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جامع وحکیمانہ دُعا ہر وقت وردِ زبان رہتی۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا اے اللہ مجھے اپنی نظر میں حقیر وچھوٹا اور دوسروں کی نظر میں حقیر وچھوٹا اور دوسروں کی نظر میں بڑا بنا" آپ بے حد رقیق القلب و دردمند تھے۔ بات کرتے ہوئے اکثر آنکھوں میں آنسو آجاتے آپ کی یادداشت و قوتِ حافظہ بے مثل تھی آپ کا ذہن ایک کمپیوٹر تھا جس میں چھوٹی سے چھوٹی بات اور جزئیات تک محفوظ تھیں۔ اسی طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ازحد اہتمام تھا۔ اخیر ۱۰۔ ۱۲ سال صاحبِ فراش ہونے کی حالت میں بھی جماعت سے نماز ادا کرنے کی پوری کوشش فرماتے بسا اوقات اس کے لیے گھنٹوں انتظار فرماتے کوئی آجائے تو جماعت کرا دے۔ مولانا کی گفتگو مَاقَلَّ وَدَلَّ کی بہترین مثال ہوتی۔ ایک بار تصوف کے متعلّق سوال پر فرمایا مولوی صاحب دو راستے ہیں۔ ۱۔ ایک شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحؒ کا اس میں عوام کی حفاظت

(بقیہ بر صلا)

حافظ نُور محمدؒ انور

جذباتِ غم

بر وفات حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی رحؒ خلیفہ مجاز شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحؒ لاہوری

صدمہ ہے تیری رحلت، اے زاہد الحسینیؒ
تیری زندگی سے اُلفت، تیری موت سے نفرت

تو پیکرِ شرافت ، اے زاہد الحسینیؒ
ہر بات میں تو پکّا ہر قول تیرا سچّا

تھی دل میں دین کی اُلفت، اے زاہد الحسینیؒ
اَخلاق میں تُو عالی، اوصاف میں تو برتر

دن رات کر کے محنت، اے زاہد الحسینیؒ
پھیلایا چار جانب دینِ نبیؐ کو تو نے

تھی سب پہ تیری شفقت اے زاہد الحسینیؒ
چھوٹے بڑے تھے یکساں تیری نظر میں سارے

نازاں تھی تجھ پہ ملّت، اے زاہد الحسینیؒ
عالم تھا اور مقرر، مصنّف تھا، تو مُفسّر

کی تُو نے دین کی خدمت، اے زاہد الحسینیؒ
لاکھوں نے علم دین کا حاصل کیا ہے تجھ سے

حق کی ہو تجھ پہ رحمت، اے زاہد الحسینیؒ
ہر ایک کی زباں پہ الفاظ ہیں یہی اب

انورؔ کی یہ دُعا ہے اے خالقِ حقیقی
روشن ہو تیری تُربت، اے زاہد الحسینیؒ

○

الخلیفۃ المہدی فی الاحادیث الصحیحۃ

• تالیفِ لطیف •

المحدث النبیل و المجاہد الجلیل شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم، تعلیق، تحشیہ

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی استاذ دار العلوم دیوبند

کچھ باتیں کتاب کے متعلق

آج سے دس گیارہ سال پہلے کی بات ہے کہ ایک دن بیٹھا ماہنامہ الرشید ساہیوال کا خصوصی شمارہ مدنی واقبال نمبر دیکھ رہا تھا۔ اس میں حضرت شیخ الاسلام قدّس سرّہٗ کے غیر مطبوعہ مکاتیب کا ایک مختصر سا مجموعہ مرتبہ جناب محمد دین شوق صاحب بعنوان "مکتوباتِ مدنیہ" بھی شریکِ اشاعت ہے۔ (جسے بعد میں الگ سے پاکستان کے ایک مکتبہ نے شائع کر دیا ہے۔) اس مجموعہ کا تیسرا مکتوب جو ڈربن افریقہ کے کسی صاحب کے جواب میں ۲۲ صفر ۱۳۵۳ھ کو لکھا گیا ہے۔ اس میں امام مہدی آخرالزماں کے بارے میں حضرت شیخ الاسلامؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت امام مہدی قیامت سے پہلے بلکہ نزولِ عیسیٰ علیہ السّلام اور خروجِ دجال اور فتنۂ یاجوج وماجوج ودابّۃ الارض وطلوعِ شمس مِنَ المغرب وغیرہ سے پہلے ظاہر ہوں گے۔ قیامت میں تو تمام انبیاء اور اولیاء کا اجتماع ہوگا۔ حضرت مہدی دُنیا میں مذہبِ اسلام کی زندگی اور اس کی تقویت کے باعث ہوں گے۔ وہ اُس وقت ظہور فرمائیں گے جبکہ دُنیا ظلم وستم سے بھرگئی ہوگی۔ اُن کی وجہ سے دُنیا عدل وانصاف دین وایمان سے بھرجائے گی ان کا اور ان کے باپ کا نام جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نام اور

آپ کے والد[1] ماجد کے نام کے مطابق ہوگا۔ صورت بھی آپ کی صورت کے مشابہ ہوگی آپ ہی کی اولاد سے ہوں گے۔ یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل میں سے۔"

مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوں گے۔ اوّل جو جماعت ان کے ہاتھ پر بیعت کرے گی وہ تین سو تیرہ آدمی ہوں گے۔ حسبِ عدد[2] اصحابِ بدر و اصحابِ طالوت۔ لوگوں میں یکبارگی انقلاب پیدا ہو گا۔ حجاز کی اصلاح کے بعد سیریہ اور فلسطین وغیرہ کی اصلاح کریں گے۔ دارالسلطنت بیت المقدس ہوگا۔ ان کی حکومت پانچ یا سات یا نو برس ہوگی۔ اس بارہ میں صحیح روایتیں تقریباً چالیس میری نظر سے گزری ہیں اور حسن وضعیف بہت زیادہ ہیں۔ ترمذی شریف، مستدرکِ حاکم، ابو داؤد مسلم شریف وغیرہ میں یہ روایات موجود ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر قیامت آنے میں صرف ایک دن باقی رہ جائے گا جب بھی اللہ تعالیٰ مہدی کو ضرور ظاہر کرے گا اور قیامت ان کے بعد لائے گا۔ لہٰذا اس میں بجز تسلیم کوئی چارہ نہیں۔ بہت سے جھوٹوں نے اب تک مہدی ہونے کا دعوای کیا مگر کسی میں یہ علامتیں نہیں پائی گئیں جو مہدیٔ موعود کے متعلق ذکر کی گئی ہیں۔

میں نے مالٹا جانے سے پہلے مدینہ منوّرہ کے کتب خانہ میں تلاش کر کے صحیح صحیح روایتیں جمع کی تھیں، مگر افسوس کہ وہ رسالہ روسی انقلاب میں جاتا رہا۔ اب میرے پاس وہ نہیں رہا اور جن لوگوں نے اس کو نقل کیا تھا وہ بھی وفات پاگئے اور رسالہ پھر نہ مل سکا۔[3]

---

[1] اصل میں والدہ ماجدہ ہے جو بظاہر کتابت کی غلطی ہے۔

[2] اصل میں حسبِ وعدہ ہے جو قطعی طور پر غلط ہے۔

[3] ماہنامہ الرشید ساہیوال مدنی و اقبال نمبر ص ۳۴۸ مطبوعہ ۱۳۹۸ھ

اس مکتوب سے پہلے نہ کسی سے سُنا تھا اور نہ ہی کسی تحریر میں دیکھا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام قُدِّسَ سِرُّہٗ کی اس موضوع پر کوئی تالیف ہے۔ اس لیے فطری طور پر اس نئے انکشاف پر بے حد مسرّت ہوئی اور ساتھ ہی دِل میں یہ خواہش بھی مچلنے لگی کہ اے کاش کسی طرح یہ قیمتی رسالہ دستیاب ہوجاتا تو اُسے شائع کر دیا جاتا، لیکن حضرت کے اس آخری جملے سے کہ "اب میرے پاس وہ نہیں رہا . . . اور رسالہ پھر مل نہ سکا" ایک طرح کی مایوسی طاری ہوجاتی اسی بیم و رَجا اور اُمیدی و نااُمیدی کی ملی جلی کیفیّت کے ساتھ اس دُرِّ مکنُون کی طلب وتحصیل کی تدبیریں سوچنے لگا۔ ایک دن اچانک دل میں یہ بات آئی کہ اس انقلاب میں حضرت کا سارا اثاثہ حکومت نے ضبط کر لیا تھا اس لیے ممکن ہے کہ اس ضبطی کے بعد آپ کی کتابیں اور دیگر کاغذات کسی سرکاری کُتب خانے میں جمع کر دیے گئے ہوں۔ اس موہوم خیال نے دھیرے دھیرے جڑ پکڑ لیا اور نااُمیدی پر اُمید کا غلبہ ہوگیا۔

بالآخر اس خیال کا اظہار اپنے لائقِ صداحترام اور مشفق و مہربان رفیق بلکہ بزرگ صاحبزادۂ محترم مولانا سیّد ارشد مدنی اعلی اللہ مراتبہٗ سے کیا اور ان سے عرض کیا کہ حرمین شریفین کے سفر میں اہم سرکاری کُتب خانوں میں پتہ لگائیں۔ عین ممکن ہے کہ کہیں یہ گمشدہ رسالہ مل جائے، چونکہ مولانا موصوف کو حضرت شیخ قدّس سرّہٗ کے بعض تلامذہ کے ذریعہ یہ بات پہنچی تھی کہ دورانِ درس حضرت نے اس رسالہ کا تذکرہ فرمایا تھا اس لیے اس تُراثِ علمی جس کے وہ سچّے حقدار ہیں ان میں خود طلب وجستجو کی فکر تھی، چنانچہ حسبِ معمول عمرۂ و زیارت کے لیے شعبان میں حرمین شریفین حاضر ہوئے تو اہلِ علم و خبر سے اس سلسلے میں معلومات کی مگر کہیں کوئی سُراغ نہ مل سکا۔ دوسرے سال جب پھر جانا ہُوا تو مزید معلومات حاصل کیں۔ وہاں مقیم بعض لوگوں نے نشاندہی کی کہ اگر یہ رسالہ ضائع نہیں ہُوا ہے تو اندازہ ہے کہ مکتبۃ الحرم مکۂ معظّمہ میں ضرور ہوگا۔ مولانا موصوف مکتبۃ الحرم پہنچ گئے اور خُدا کی قدرت مخطوطات کی فہرست میں یہ مل گیا اور خود شیخ الاسلام قدّس سرّہٗ کے ہاتھ کا لکھا ہُوا۔ چنانچہ اس کا فوٹو لے لیا۔ اس طرح تقریباً پون صدی کی گم نامی کے بعد یہ نادرو قیمتی علمی سرمایہ دوبارہ معرضِ وجود میں آگیا۔

حضرت شیخ الاسلام قُدِّسَ سِرُّہٗ کے مکتوب سے پتہ چلتا ہے کہ یہ رسالہ امام مہدی سے متعلّق صحیح چالیس احادیث پر مشتمل تھا اور بعض لوگوں نے اس کی نقل بھی لی تھی۔ مگر دستیاب

مخطوطہ میں کل ۳۷ احادیث ہیں پھر اس میں متعدد مقامات پر حک وفک بھی ہے۔ بعض جگہ سبقتِ قلمی بھی ہے اس لیے اندازہ یہ ہے کہ یہ مبیضہ کی بجائے اصل مسوّدہ ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

مہدیؑ موعود سے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں بعض نہایت مفصّل اور ضخیم بھی ہیں، لیکن یہ مختصر رسالہ اس اعتبار سے خاص اہمیّت وافادیت کا حامل ہے کہ اس میں صرف صحیح احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ جب کہ دوسری کتابوں میں اس کا التزام نہیں ہے۔ علاوہ ازیں امام ابن خلدُونؒ نے اپنے مقدمہ میں مہدیؑ موعود سے متعلق وارد احادیث پر جو ناقدانہ کلام کیا ہے جس سے متأثّر ہوکر بہت سے اہلِ علم بھی مہدیؑ موعود کے ظہور کے بارے میں منکر یا متردد ہیں حضرت شیخ نے علّامہ ابن خلدُونؒ کے اُٹھائے ہُوئے سارے اعتراضات کا اسمائے رجال اور اُصولِ محدّثین کی روشنی میں جائزہ لے کر مدلّل طور پر ثابت کر دیا ہے کہ ان کے یہ اعتراضات دُرست نہیں ہیں اور بلاریب رسالہ میں منقول احادیث صحیح وحُجّت ہیں۔ اس لیے یہ رسالہ بقامت کہتر وبقیمت بہتر کا صحیح مصداق ہے۔ احقر نے اپنی بضاعت وہمّت کے مطابق اس نادر وبیش بہا علمی تحفہ کو مفید سے مفید تر بنانے کی پُوری کوشش کی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام قدّس سرّہٗ نے جن کُتبِ حدیث سے احادیث نقل کی ہیں۔ ان کی جلد وصفحہ کا حوالہ دے دیا ہے۔ اسی طرح رجالِ سند پر حضرت نے جہاں جہاں کلام کیا ہے۔ اُس کا حوالہ نقل کر دیا ہے اور حسبِ ضرورت بعض رجال پر حضرت کے مختصر کلام کی تفصیل کر دی ہے۔ بعض احادیث کے بارے میں نشاندہی کر دی ہے کہ کن کن ائمہ حدیث نے ان کی تخریج کی ہے۔ غریب ومشکل الفاظ کی کُتبِ لغت سے تشریح بھی نقل کر دی ہے۔ اسی کے ساتھ رسالہ کو مکمل تر بنانے کی غرض سے بطور تکملہ آخر میں چند احادیثِ صحیحہ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ پھر اس قیمتی علمی سرمایہ کو مفید عام بنانے کی غرض سے تمام حدیثوں کا ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات وصلّی اللہ علی النبی الکریم وعلیٰ جمیع اصحابہ وبارك وسلّم۔

حبیب الرحمٰن قاسمی

خادمُ التدریس دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَسَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ، اَمَّا بَعْدُ، فَیَقُوْلُ اَحْقَرُ طَلَبَۃِ الْعُلُوْمِ الدِّیْنِیَّۃِ بِبَلْدَۃِ سَیِّدِ الْاَنَامِ وَخَیْرِ الْبَرِیَّۃِ عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ اَلْفُ اَلْفِ صَلَاۃٍ وَّتَحِیَّۃٍ، اَلرَّاجِیْ عَفْوَرَبِّہِ الصَّمَدِ عَبْدُہُ الْمَدْعُوُّ بِحُسَیْنْ اَحْمَدْ غَفَرَلَہٗ وَلِوَالِدَیْہِ وَمَشَائِخِہِ الرَّءُوْفُ الْاَحَدُ، اِنَّہٗ قَدْجَرٰی بِبَعْضِ اَنْدِیَۃِ الْعِلْمِ ذِکْرُ الْمَھْدِیِّ الْمَوْعُوْدِ فَاَنْکَرَ بَعْضُ الْفُضَلَاءِ الْکَامِلِیْنَ صِحَّۃَ الْاَحَادِیْثِ الْوَارِدَۃِ فِیْہِ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَجْمَعَ الْاَحَادِیْثَ الصَّحِیْحَۃَ فِیْ ھٰذَاالْبَابِ وَاَتْرُکَ الْحِسَانَ وَالضِّعَافَ رَجَاءَ انْتِفَاعِ النَّاسِ وَتَبْلِیْغَ مَا اَتٰی بِہِ النَّبِیُّ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ وَاَنْ لَّایَغْتَرَّالنَّاسُ بِکَلَامِ بَعْضِ الْمُصَنِّفِیْنَ الَّذِیْنَ لَا اِلْمَامَ لَھُمْ بِعِلْمِ الْحَدِیْثِ کَابْنِ خَلْدُوْن(۱) وَغَیْرِہٖ

حمد و صلوٰۃ کے بعد ـــــ تمام مخلوق کے سردار اور تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہستی (اُن پر اللہ کی کروڑوں رحمتیں ہوں) کے شہر (مدینہ طیّبہ) کے دینی طلباء میں سے سب حقیر بندہ جو اپنے بے نیاز پروردگار کی رحمت کا اُمّیدوار ہے جسے حسین احمد رح کہا جاتا ہے۔ خدائے مشفق و مہربان وحدہٗ لاشریک اُس کی اور اُس کے والدین کی مغفرت فرمائے۔ عرض رساں ہے کہ بعض مجالس علمیہ میں مہدیٔ موعود کا ذکر آیا تو کچھ ماہرینِ علم نے مہدیٔ موعود سے متعلّق وارد حدیثوں کی صحت سے انکار کیا تو مجھے یہ بات اچھی لگی کہ اس موضوع سے متعلّق مروی حسن وضعیف روایتوں سے قطع نظر صحیح حدیثوں کو جمع کردوں تاکہ لوگ اس سے نفع اُٹھائیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان کی تبلیغ بھی ہو جائے، نیز ان حدیثوں کی جمع وتدوین سے ایک غرض یہ بھی ہے کہ بعض اُن مصنّفین کے کلام سے لوگ دھوکا نہ کھا جائیں جنھیں علمِ حدیث سے لگاؤ نہیں ہے جیسے علامہ ابن خلدونؒ وغیرہ یہ حضرات اگرچہ فنِ تاریخ میں

---

(۱) قاضی القضاۃ عبد الرحمن بن محمد بن خلدون الأشبیلی الحضرمی المالکی المتوفی ۸۰۸ھ ولد فی تونس سنۃ ۷۳۲ھ مؤرخ وفیلسوف ورجل سیاسی درس المنطق والفلسفۃ والفقہ والتاریخ فعینہ أبو عنان سلطان تونس والی الکتابۃ ثم سافر إلی الأندلس فانتد بہ ابن الأحمر صاحب غرناطۃ سفیرا إلی ملک قشتالہ ثم رحل إلی مصر ودرس فی الأزھر وتولی قضاء المالکیۃ ولم یتزی بزی القضاۃ محتفظا بزی بلادہ وعزل و أعید وتوفی فجأۃ فی القاھرۃ کان فصیح المنطق جمیل الصورۃ عاقلا

فَاِنَّهُمْ وَاِنْ كَانُوامِنَ الْمُعْتَمِدِيْنَ فِى التَّارِيْخِ وَاَمْثَالِه فَلَا اعْتِدَادَ لَهُمْ فِى عِلْمِ الْحَدِيْث وَقَدْكُنْتُ اَسْمَعُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْاِنْكَارَ مِنْ بَعْضِ الْعَوَامِ اَيْضاً لٰكِنْ لَمْ يَحْمِلْنِىْ اِنْكَارُهُمْ عَلَى الْجَمْعِ وَلَمَّا رَاَيْتُ فُضَلَاءَ الْاَوَانِ وَاَئِمَّةَ الزَّمَانِ يَتَرَدَّدُوْنَ فِيْهِ شَمَّرْتُ ذَيْلِىْ لِهٰذَا الْمَقْصَدِ الْمُنِيْفِ لَعَلَّه يَكُوْنُ ذَرِيْعَةً لِاِزَالَةِ الْاِشْتِبَاهِ عَنْ هٰذَا الدِّيْنِ الْمُنِيْفِ وَعَلَى اللّٰهِ التُّكْلَانُ . وَحَيْثُ اِنَّ بَعْضَ الْاَحَادِيْثِ قَدْ تَكَفَّلَ بِه اِمَامٌ مِّنْ اَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ اَتَيْتُ بِه بِغَيْرِ تَعَرُّضٍ لِرِجَالِه وَمَالَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ تَعَرَّضْتُ لِرِجَالِه فَمَنْ كَانَ مِنْ رِجَالِ الصَّحِيْحَيْنِ اِكْتَفَيْتُ بِذِكْرِ ذٰلِكَ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ اَتَيْتُ بِاَلْفَاظِ التَّوْثِيْقِ الَّتِىْ ذَكَرَهَا اَئِمَّةُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ وَلَمَّا كَانَ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ النَّيْسَا بُوْرِىُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى(۱) يُرْ مِىْ

معتمد و مستند ہیں، لیکن علم حدیث میں ان کے قول کا اعتبار نہیں ہے۔ مَیں اس سے پہلے بھی بعض عوام سے مہدیٔ موعود کے بارے میں مروی احادیث کا انکار سُن رہا تھا، لیکن عوام کے انکار سے مجھے اِن احادیث کے جمع کرنے کی رغبت نہیں ہوئی تھی، لیکن جب فضلاءِ وقت اور عُلماءِ زمانہ کو مَیں نے اس بارے میں متردد دیکھا تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بلند مقصد کے لیے میں تیّار ہوگیا تاکہ یہ دینِ مُنیف سے شُبہات کے دُور کرنے کا ذریعہ بن جائے اور چونکہ کچھ احادیث تو ایسی ہیں جن کی ائمہ حدیث میں سے کسی نہ کسی امام نے ذمّہ داری لی ہے اور کچھ ایسی نہیں ہیں، لہٰذا اگر مجھے کوئی ایسی حدیث ملی جسکی صحّت کی کسی نہ کسی معتبر امام حدیث نے ذمّہ داری لی ہے تو مَیں اُسے اُس کے رجال سے تعرض کیے بغیر ذکر کروں گا اور جو حدیث ایسی نہ ہوگی ←

صادق اللهجة طامحا للمراتب العالية اشتهر بكتابه "العبر وديوان المبتدأ والخبر فى تاريخ العرب والعجم والبربر" فى سبعة مجلدات أولها المقدمة وهى تعد من أصول علم الاجتماع ومن كتبه شرح البردة وكتاب فى الحساب ورسالة فى المنطق وشفاء السائل لتهذيب المسائل- وقد طعن ابن خلدون فى أحاديث المهدى فى مقدمته فى الفصل الثانى والخمسين ولكن لااعتداد بقوله فى تصحيح حديث وتضعيفه عند اهل الحديث لأنه ليس من رجال الحديث كما قال الشيخ رحمه الله وقال أيضا الشيخ أحمد شاكر فى تخريجه الأحاديث لمسند الامام أحمد ج ٥ ص ١٩٧، أما ابن خلدون فقد قفا ماليس به علم واقتحم قحما لم يكن من رجالها (الاعلام للزركلى ح ٣ ص ٣٣٠ والمنجد فى الاعلام ص١٧٩)

(١) أبو عبد الله محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدوية الحاكم الضبى النيسابورى المعروف بابن البيع على وزن قيم صاحب التصانيف التى لم يسبق إلى مثلها كتاب الاكليل وكتاب المدخل اليه وتاريخ نيسابور وفضائل الشافعى والمستدرك على كتاب الصحيحن وغير ذلك توفى عام ٤٠٥ هـ وهو متساهل فى الصحيح واتفق الحفاظ على أن تلميذه البيهقى أشد تحريا منه، (الرسالة المستطرفة (ص١٩)

بِالتَّسْهِيْلِ فِيْ تَصْحِيْحِ الْحَدِيْثِ لَمْ اَكْتَفِ بِتَصْحِيْحِه فَقَطْ بَلِ اعْتَمَدْتُ عَلٰى تَلْخِيْصِ صِحَاحِ الْمُسْتَدْرَكِ لِلذَّهَبِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعالٰى(۱) فَمَا جَرَحَ فِيْ صِحَّتِه تَرَكْتُه وَمَا قَبِلَه اَتَيْتُ بِه وَتَرَكْتُ كَثِيْراً مِّنَ الْاَحَادِيْثِ لِعَدَمِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰى اَسَانِيْدِهَا مِمَّا ذَكَرَهُ صَاحِبُ كَنْزِ الْعُمَّالِ وَغَيْرُه(۲) وَاعْتَمَدْتُ فِيْ تَعْدِيْلِ الرُّوَاةِ وَتَوْثِيْقِهِمْ عَلٰى تَهْذِيْبِ التَّهْذِيْبِ وَخُلَاصَةِ التَّهْذِيْبِ، هٰذَا وَعَلَى اللّٰهِ الْاِعْتِمَادُ وَهُوَ حَسْبِيْ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ

تو مَیں اس کے رجال کے بارے میں بحث کروں گا ــــــــــــ پھر اگر رجال صحیحین کے ہوں گے تو مَیں صرف صحیحین کے ذکر پر اکتفاء کروں گا اور جو رجال صحیحین کے نہ ہوں گے تو پھر مَیں اُن الفاظِ توثیق کو لاؤں گا جن کو ائمہ جرح و تعدیل نے ذکر کیا ہوگا۔ امام حاکم ابو عبداللہ نیشا پوری رحمہ اللہ پر چونکہ تصحیح احادیث میں تساہل کا الزام ہے اس لیے مَیں نے صرف ان کی تصحیح کو کافی نہیں سمجھا بلکہ امام ذہبی رحمہ اللہ کی مستدرک پر جو تلخیص ہے۔ اس پر اعتماد کیا ہے اور جس حدیث کی صحّت پر امام ذہبیؒ نے جرح کی ہے مَیں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور جن احادیث کو اُنھوں نے قبول کیا ہے ان کو مَیں نے بھی ذکر کیا ہے اور مَیں نے بہت سی احادیث سند معلوم نہ ہونے کی بناء پر ترک کر دی ہیں۔ جن کو صاحبِ کنز العمّال وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور رُواۃ کی تعدیل و توثیق میں مَیں نے تہذیب التہذیب اور خلاصۃ التہذیب پر اعتماد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی مجھے کافی ہیں اور بہترین کارساز ہیں۔

---

(۱) الحافظ شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان التركماني الفارقي الاصل الذهبي نسبة الى الذهب كما في التبصير توفي بدمشق سنة ۷۴۸ھ قد لخص الذهبي المستدرك للحاكم وتعقب كثيرا منه بالضعف والنكارة او الوضع وقال في بعض كلامه لن العلماء لا يعتدون بتصحيح الترمذي ولا الحاكم (أيضا ص ۲۰).

(۲) الشيخ علاء الدين علي الشهير بالمتقي بن حسام الدين عبد الملك بن قاضي خان الشاذلي القادري الهندي ثم المدني فالمكي فقيه من علماء الحديث أصله من جونفور ومولده في برهانفور من بلاد الدكن بالهند علت مكانته عند السلطان محمود ملك غجرات وسكن في المدينة ثم أقام بمكة مدة طويلة وتوفي بها سنة ۹۷۵ھ، له مصنفات في الحديث وغيره منها كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال في ثمانية اجزاء ومختصر كنز العمال ومنهج العمال في سنن الاقوال (مخطوطة)

الجمع بين الحكم القرآنية والحديثية (مخطوطه) قال العيدروسي مؤلفاته نحو مأة ما بين كبير وصغير وقد افرد عبد القادر بن أحمد الفاكهي مناقبه في تأليف، سماه القول النقي في مناقب المتقي. الرسالة المستطرفة ص:۱۴۹، الأعلام للزركلي ج۴ ص ۳۰۹.

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ اَبُوْ عِیْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ عِیْسٰی بْنِ سَوْرَةَ التِّرْمَذِیُّ رَحِمَةُ اللّٰه تَعَالٰی فِیْ جَامِعِه(۱)

(۱) حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدِ نِ الْقَرْشِیُّ نَااَبِیْ نَاسُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ زِرِّ(۲) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ الّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ , لَاتَذْهَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِی یُوَاطِیُ(۳) اسْمُه اِسْمِیْ ، ، الخ. وَفِی الْبَابِ عَنْ عَلِیٍّ وَّاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ(۴)

امام حافظ ابو عیسٰی محمدّ بن عیسٰی بن سورت ترمذی رحمہ اللہ اپنی کتاب "جامع ترمذی" میں فرماتے ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ میرے اہلِ بیت (آلِ اولاد) میں سے ایک شخص عرب کا بادشاہ ہو جائے جس کا نام میرے نام کے مطابق (یعنی محمدؐ ہوگا) (ترمذی ج ۲ ص ۴۷)

---

(۱) محمد بن عیسی بن سورة بن موسی السلمی البوغی الترمذی أبو عیسی توفی سنة ۳۷۹ هـ من أئمة علماء الحدیث وحفاظه من اهل ترمذ (علی نهر جیحون) تلمذ علی البخاری وشارکه فی بعض شیوخه وقام برحلات إلی خراسان والعراق والحجاز وعمی فی آخر عمره وکان یضرب به المثل فی الحفظ مات بـ "ترمذ" من تصانیفه الجامع الکبیر المعروف باسم الترمذی فی الحدیث مجلدان والشمائل النبویة والتأریخ والعلل فی الحدیث (الاعلام ج ۲ ص ۳۲۲).

(۲) زر فی المغنی زِرٌّ بکسر زای وشدة راء.

(۳) یواطی ای یوافق ویماثل.

(٤) الترمذی ج ۲ ص٤٧.

(جاری ہے)

صلوٰۃ وسلام کے لیے ادب کا قرینہ

صلوٰۃ وسلام کے لیے ادب کا قرینہ چاہیے، محبّت کا سلیقہ چاہیے، حلقے باندھ کر اور گا گا کر پڑھنے کا طریقہ بارگاہِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم میں اگر پسندیدہ ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جاں نثار جماعت اسی کو اختیار فرماتی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عہدِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم میں ایسا طریقہ ہرگز ہرگز رائج نہ تھا۔

حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے درود وسلام کے کلمات اور پھر ان کے پڑھنے کا طریقہ بھی خود ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعلیم فرمایا ہے۔ نماز افضل العبادات ہے، اس میں جو موقع اور ہیئت اس کے لیے فرمائی گئی ہے، وہی دُرود وسلام کے شایانِ شان ہے۔ نماز میں چار حالتیں پائی جاتی ہیں۔ اوّل قیام، دوم رکوع، سوم سجدہ، چہارم قعدہ۔ درود وسلام پہلی تین حالتوں کو چھوڑ کر قعدے میں رکھا گیا ہے۔ نماز سِرّی ہو یا جہری، درود شریف سِرّی طور پر ہی پڑھا جائے گا۔ یہ ترتیب من جانب اللہ ہے اس سے یہ بات علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے کہ نماز کے علاوہ بھی درود شریف کا بیٹھ کر اور خاموشی سے پڑھنا ہی افضل ہے۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہدِ مُبارک میں یہی طریقہ احسن تھا۔ بعد میں روضۂ اقدس پر چونکہ بیٹھنے کا محل نہیں ہوتا اس لیے کھڑے ہو خاموشی سے درود وسلام پڑھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ادب اور محبّت کی نعمت سے مالا مال کرے اور درود وسلام کے فیوض وبرکات سے سیراب فرمائے۔

برادرِ دینی محبّ یقینی جناب مولانا قاری عبدالرّشید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وفات سے چند ماہ بیشتر حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خواب میں زیارت کی تھی مقامِ زیارت راقم سطور کا غریب خانہ تھا۔ راقم سطور نے آن کو حضورِ اقدس صلّی اللہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں پیش کیا تھا: فرمایا "میں انھیں جانتا ہوں"۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء "لاکھوں سلام" سیّد الاوّلین والآخرین کی خدمت میں ہم دونوں کی طرف سے ہدیہ ہے۔

تحریر: نفیس الحسینی
۲۳ صفر المظفر
۱۴۱۸ھ

لاکھوں سلام

تاجدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
شہریارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

سیّدُ الاوّلین، سیّدُ الآخرین،
نامدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

فخرِ اولادِ آدمؑ پہ اربوں دُرود
اِفتخارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

وُہ جب آئے، جہاں میں بہار آگئی
نوبہارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جلوہ گاہِ محمدؐ، وہ غارِ حِرا
جلوہ زارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جبرئیلؑ امیں، مرحبا مرحبا
رازدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

نُور پاشِ رسالت پہ دائم درُود
نُور بارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

وُہ جو فاران کی چوٹیوں سے اُٹھا
شہسوارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جِس پہ ختمِ نبوّت کا دارومدار
اُس مدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

ہر نبیؑ کی رسالت ہُوئی معتبر
اِعتبارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

رُوکشِ حُسنِ یُوسُفؑ ہے جِس کا جمال
اُس نگارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

سِدرۃُ المُنتہیٰ جِس کی گردِ سفر
راہوارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

بدر میں تو نزُولِ ملائکؑ ہُوا
کارزارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

کیا کہوں جو اُحُد سے محبّت رہی
کوہسارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جو قدُومِ مُبارک کی زِینت رہا
اُس غُبارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

کوئی دیکھے رِفاقت ابوبکرؓ کی
یارِ غارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

اللہ اللہ! فارُوقؓ کا دبدبہ،
ذی وقارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

بہرِ عُثمانؓ رِضواں کی بیعت ہُوئی
جاں نثارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

مُرتضیٰؓ بابِ شہرِ عُلومِ نبیؐ
شاہکارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جِس کے دو پھُول پیارے حسنؓ اور حُسینؓ
شاخسارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

ہر صحابیؓ نبیؐ پر تصدّق رہا،
جاں سپارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

ساری اُمّت پہ ہوں اَن گِنت رحمتیں
پاسدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جِس کو ترسا کیے چشم و دِل اے نفیسؔ
اُس دیارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

ناچیز: نفیس الحسینی، لاہور

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری (قسط: ۱۳)

حیلے اور بہانے

تین طلاق کے بعد چاروں اماموں کے نزدیک رجوع درست نہیں

(۴۸) اور بعض لوگ تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور پھر بھی سابقہ بیوی کو بیوی بنا کر رکھ لیتے ہیں، جب ان کو توجہ دلائی جاتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے شافعی مذہب پر عمل کر لیا۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک بھی ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ جن کے بعد رجوع جائز نہیں ہوتا۔ حضرت امام شافعیؒ کا نام جھوٹ لیتے ہیں اور اس جھوٹ کو حیلہ بنا کر زندگی بھر زنا کرتے رہتے ہیں، چاروں مذہبوں میں تین طلاقوں کے بعد رجوع کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، خواہ الگ الگ کر کے دی ہوں یا ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہوں، خوب سمجھ لیں۔

طلاق کے بعد مفتی سے غلط سوال کے ذریعہ فتویٰ لینے کی غلطی

(۴۹) بعض لوگ تین طلاق دینے کے بعد سوال لکھ کر مفتی کے پاس آتے ہیں جس میں کبھی تو صرف یہ لکھ دیتے ہیں کہ غصہ میں طلاق دے دی اور تین کا ذکر قصداً چھوڑ دیتے ہیں اور کبھی یوں لکھ دیتے ہیں کہ زبردستی کی گئی تو طلاق دے دی۔ اوّل تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب سوال غلط کیا جائے گا اور پھر اس غلط سوال پر مفتی جواب دے دے گا تو سائل کے حق میں وہ جواب بھی غلط ہوگا۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ ہم نے سوال غلط لکھا تھا۔ بیوی بنا کر رکھنا حرام ہی رہے گا۔ اگرچہ مفتی نے غلط سوال کی وجہ سے رجوع کرنے کو کہہ دیا ہو۔ اللہ و رسولﷺ کے یہاں جو حرام ہے وہ حرام ہی رہے گا۔ کسی کے غلط فتویٰ سے

حرام، حلال نہیں ہوجائے گا، یہ جانتے ہوئے کہ ہم نے سوال غلط لکھا تھا یہ حیلہ آخرت میں تو کام نہ دیگا کہ مفتی نے رجوع کرنے کا فتوٰی دے دیا تھا۔ اور زور و زبردستی والی طلاق کے بارے میں سمجھ لینا چاہیے کہ اگر زبردستی کر کے طلاق لی جائے اور زبان سے طلاق دے دے تو وہ بھی واقع ہوجاتی ہے۔

اوّل تو طلاق دینے سے بہت زیادہ گریز کرنا لازم ہے، پھر اگر طلاق دے دے تو صحیح صورتِ حال مفتی کے سامنے لکھ کر پیش کر دے، نہ تو کسی بات کو چھپائے اور نہ غلط بیانی کرے۔ پھر جو مفتی فتوٰی دے اس کو خوش دلی سے قبول کرے اور مفتی بھی وہ تلاش کرے جو واقعی مفتی ہوں، جن کا وجود بہت ہی کم ہے اگر کسی مفتی نے غلط سوال پر کوئی جواب لکھ دیا تو اس کی ذمّہ داری پُوچھنے والے پر ہو گی اگر اس نے حرام کو حلال لکھ دیا تو اس سے حلال نہ ہو گا، خوب سمجھ لیں۔

حج و عمرہ میں دم واجب کر کے کہتے ہیں مولوی سے اللہ بچائے

(۵۰) بہت سے لوگ حج یا عمرہ کے موقعہ پر بہت سے ایسے کام کر لیتے ہیں جن سے دم واجب ہو جاتا ہے اور جب ان کو بتایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ مولوی سے بچائے، قصداً جاہل رہنا اور مولوی سے بچنا اور حج کو خراب کرنا یہ کونسی دینداری اور سمجھداری کی بات ہے؟ واجباتِ حج میں سے اگر کسی کو چھوڑ دیا جائے تو دم واجب ہو جاتا ہے، اَب یہ کہنا کہ مولوی کو نہیں بتاتے تاکہ دم کا فتوٰی نہ دے دے، بڑی جہالت کی بات ہے۔ اگر مولوی سے نہ پُوچھا اور اس کے فتوے سے بچ گئے تو شریعت کے قاعدہ کے مطابق حج مبرور و مقبول نہ ہوگا۔ مولوی اپنے گھر سے تو نہیں بتاتے، جاہل رہیں۔ مولوی سے نہ پُوچھیں، خود بھی علم نہ پڑھیں اور حج کے مقبولیت کے اُمّید وار رہیں یہ حماقت اور گمراہی کے سوا کیا ہے؟ اگر مولوی سے بچیں گے تو بچتے ہی چلے جائیں گے، لیکن پھر کہاں ٹھکانہ ہوگا؟ بس شیطان ہی کا تسلط اور قبضہ ہو جائے گا۔

حج و عمرہ میں حلق سے بچنے والوں کو تنبیہ

(۵۱) بہت سے لوگ کثرت سے عمرہ کرتے ہیں، لیکن عموماً اور خاص کر وہ لوگ جو جدہ، طائف، مدینہ منورہ ریاض وغیرہ میں رہتے ہیں، جب سعی سے فارغ ہوتے ہیں تو قینچی لے کر دو چار بال ادھر اُدھر سے کاٹ دیتے ہیں، حالانکہ اس طرح سے احرام سے نہیں نکلتے۔ احرام سے نکلنے کے لیے کم از کم چوتھائی سر کے بال بقدر ایک پورے کے کاٹنا لازم ہے۔ اگر بقدر ایک پُورے کے بال نہ ہوں تو سر منڈائے ــــــ

بغیر احرام سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔ جب ایسے لوگوں کو توجہ دلائی جاتی ہے تو کچھ تو وہیں بددعا کر لیتے ہیں کہ اللہ مولوی سے بچائے۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں مروہ پر کھڑے ہو کر بہت سے لوگ ایسا ہی کر رہے تھے۔ ہم نے بھی چند بال کاٹ لیے، حالانکہ جاہلوں کی دیکھا دیکھی عمل کرنا کوئی دین اور شریعت اور عقل کی بات نہیں ہے کیسے معلوم ہوا کہ جو لوگ چند بال کاٹ رہے تھے وہ اس لائق ہیں کہ ان کا اقتداء کیا جائے۔ جن علماء پر نماز، روزہ کے مسائل میں اعتماد کرتے ہیں انہیں پر حج وعمرہ کے مسائل پر اعتماد کیجیے، جو بات نفس کو اچھی لگی اس کو اختیار کر لی اور جس میں نفس کے خلاف کچھ کرنا پڑا اس کو چھوڑ دیا۔ یہ تو خواہشِ نفس کا اتباع ہوا۔ شریعت پر چلنے کا ارادہ تو نہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے بڑھ کر اپنے بالوں سے محبت کرنا ایمان کا کونسا تقاضا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حج وعمرہ میں پورے سر کے بال منڈاتے تھے، اور مونڈنے والوں کو تین مرتبہ دُعا دی کہ (اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِیْنَ) اے اللہ مونڈنے والوں پر رحم فرما۔ اور بال کاٹنے والوں کو ایک مرتبہ دعا دی[1]، اور جن حضرات نے حج کے موقعہ پر آپ کے ساتھ بال کاٹے تھے انھوں نے پورے سر کے بال کاٹے تھے۔ لہٰذا چند بالوں پر اکتفاء کرنا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے ثابت نہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحؒ کے نزدیک چوتھائی سر کے بال ایک پورا کاٹ دینے سے احرام سے نکل جاتا ہے، مگر افضل و اعلیٰ ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ پورے سر کے بال مونڈے جائیں اور دوسرے مرتبہ پر یہ ہے کہ پورے سر کے بال بقدر ایک پورے کے کاٹے جائیں، چوتھائی سر پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ اگرچہ اس سے احرام نکل جاتا ہے، اور اگر ایک پورے کے بقدر بال نہ ہوں تو احرام سے نکلنے کے لیے سر مونڈنا ہی لازم ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لیا جائے۔

بیمہ زندگی اور سودی لین دین کرنیوالوں کا کہنا کہ مولوی ترقی نہیں کرنے دیتے

(۵۲) بہت سے لوگ لائف انشورنس یعنی بیمہ زندگی کراتے ہیں، جو قمار یعنی جوئے کی ایک قسم ہونے کی وجہ سے حرام ہے، اگر کسی شخص نے کچھ اقساط جمع کیے ہوں تو توبہ کرے اور جس قدر رقم جمع کی ہے صرف اسی قدر وصول کر لے۔ اس سے زائد اس کو یا اس کے وارثوں کو لینا حرام ہے اور بہت سے لوگ بینک سے سود لیتے ہیں یا سود دیتے ہیں اور خاصی تعداد میں ایسے لوگ بھی ہیں جو عوام کو قرض دے کر سود وصول کرتے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۳۳

ہیں۔ جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ بیمۂ زندگی جوئے کی ایک صورت ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور سود کا لین دین بھی حرام ہے ——————— اور باعثِ لعنت ہے تو مولویوں کو کوسنے لگتے ہیں کہ مولویوں کا یہی کام ہے کہ قوم کی ترقی کا جو بھی راستہ نکلتا ہے اس میں آڑے آجاتے ہیں اور فتوے ٹھوکنے لگتے ہیں، دوسری قومیں کہاں سے کہاں نکل گئیں، اُن میں بڑے بڑے مالدار ہیں۔ سیٹھ ہیں، ان کے بینک جاری ہیں، مولویوں نے قوم کو تنگدستی کے غار میں دھکیل دیا اور چناں ہے چنیں ہے۔

یہ باتیں قوم کے جھوٹے خیر خواہوں کی زبان اور قلم سے نکلتی رہتی ہیں۔ مولویوں کو کوسنے سے حرام، حلال نہیں ہوجائے گا، مولویوں کا احسان ہے۔ کہ وہ بتا دیتے ہیں کہ یہ کام حرام ہے اور گناہ ہے، وہ اپنے پاس سے کچھ کہیں تو طعن و تشنیع کرنے کی کوئی وجہ بھی ہے، لیکن جب وہ قرآن و حدیث سے بیان کرتے ہیں۔ تو جو لوگ مُسلمان ہونے کے دعوے دار ہیں ان پر لازم ہے کہ مولویوں کی بات مانیں اور حرام سے بچیں قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

"یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ٥"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے کسی کُفر کرنے والے کو، کسی گناہ کے کام کرنے والے کو،

بیان القرآن میں اس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

سود کی لعنت

کہ کبھی تو دُنیا ہی میں سب برباد ہو جاتا ہے ورنہ آخرت میں تو یقینی بربادی ہے، کیونکہ وہاں اس پر عذاب ہوگا۔ برخلاف اس کے صدقہ دینے میں گو فی الحال مال گھٹتا معلوم ہوتا ہے لیکن مآل کار اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ کبھی تو دُنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو یقیناً بڑھتا ہے۔ کیونکہ وہاں اس پر بہت سا ثواب ملے گا۔ (بیان القرآن)

حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ سود کا ایک درہم جس کو انسان کھالے اور وہ جانتا ہو کہ یہ سود کا ہے تو یہ چھتیس ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور دوسری حدیث میں یوں ہے کہ سود کے گناہ کے ستّر حصے ہیں۔ ان میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ جیسے انسان اپنی ماں سے زنا

کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں پر اور فرمایا کہ (گناہ میں) یہ سب برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۴)

مولویوں کا یہی تو قصور ہے کہ قرآن وحدیث بیان کرتے ہیں اور گناہوں سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں، عجیب بات یہ ہے کہ گنہگار اپنے کو گنہگار نہیں سمجھتے اور جو لوگ یہ بتاتے ہیں کہ تم گناہ کر رہے ہو تو اُلٹے ان کو صلواتیں سناتے ہیں اور بُرا بھلا کہہ کر اپنا غصّہ ٹھنڈا کر لیتے ہیں، کیا مولویوں کو بُرا کہنے سے حرام، حرام نہ رہے گا؟ کیا آخرت میں یہ حیلہ کام دے گا کہ مولویوں نے بتایا تو تھا۔ ہم نے ان کی بات نہ مانی اور ان کو بُرا بھلا کہہ کر حرام کو شیرِ مادر کی طرح ھضم کر گئے، خُوب غور کریں کہ میدانِ آخرت میں کیا ہوگا؟ چوری وسینہ زوری کا انجام خود سمجھ لیں؟ گناہ بھی کریں، اور مولویوں کی غیبتیں بھی کریں اور قرآن وحدیث کے احکام سُن کر کانوں پر ہاتھ دھریں، کیا یہی مُسلمانی ہے؟

کافر کی ترقی اور مسلم کی ترقی میں فرق

یہ جو کہتے ہیں کہ دوسری قومیں ترقی کر گئیں اور مولویوں نے سود اور جوئے سے روک کر ترقی سے روک دیا۔ یہ تو جب صحیح ہوتا، جب مولویوں کی بات مانی ہوتی۔ مولویوں کی بات مانتے تو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے طاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے عالم غیب سے رحمتوں اور نعمتوں کا نزول ہوتا۔ مولویوں کی بات مانی بھی نہیں۔ پھر بھی وہی موردِ الزام ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری پر چلیں تو سارا جہان قدموں میں آجائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥

ترجمہ: اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن اُنھوں نے تکذیب کی تو ہم نے اُن کے اعمال کی وجہ سے اُن کو پکڑ لیا۔ (ترجمہ از بیان القرآن)

اسلام کے دعویداروں کا یہ حال ہے کہ طاعات و عبادات کے ذریعہ اللہ کی رحمتیں اور برکتیں لینے کو تیار نہیں، گناہوں کے ذریعہ ترقی کرنا چاہتے ہیں، اور یہ نہیں جانتے کہ گناہ کے ذریعہ جو مال ملے گا وہ حرام بھی ہوگا اور بے برکت بھی، نیز دُنیا کی بربادی کا بھی ذریعہ ہوگا اور آخرت کے عذاب کا بھی سبب ہوگا۔ کافروں کی دیکھا دیکھی گناہوں کے ذریعہ مالیاتی ترقی کرنا بہت بڑی بھول ہے، کافر کے لیے تو دُنیا ہی ہے۔ موت کے بعد تو اس کے لیے عذاب ہی عذاب ہے، ان کے لیے دُنیا جنّت ہے۔ ان کی مالیاتی ترقی اور لذّتوں والی زندگی دیکھ کر حرص کرنا۔ رال ٹپکانا، اپنے ایمان و اسلام کی ناقدری ہے۔ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ کسی فاجر کو کسی نعمت میں دیکھ کر رشک نہ کر، کیونکہ تجھے اس چیز کا پتہ نہیں جس سے موت کے بعد اسے ملاقات کرنا ہے، بلاشبہ اللہ کے نزدیک اس کے لیے ایک قاتل ہے۔ جسے موت نہیں آئے گی۔ اور وہ قاتل دوزخ ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۷)

بھلا جسے دوزخ میں جانا ہو اس کی دُنیا دیکھ کر کیا رشک کرنا؟ اور نظریں اُٹھا کر اس کی طرف کیا دیکھنا؟ اللہ تعالیٰ کافروں کو زیادہ دیتا ہے۔ اس طرح اُن کو ڈھیل ملتی ہے جس کی وجہ سے اور زیادہ سرکش ہوتے ہیں اور اس سرکشی کا انجام گرفت، عذاب اور دوزخ ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ وَ اُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (ترجمہ) اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج لیے جا رہے ہیں، اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں اور ان کو مہلت دیتا ہوں، بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ (بیان القرآن)

بہت سے لوگ یوں کہتے ہیں کہ جوا، بیمہ زندگی اور سود کے لین دین میں نفع ہے۔ مولوی لوگ نفع کی چیزوں سے منع کرتے ہیں، خدمت میں عرض یہ ہے کہ مولوی اپنے پاس سے منع کریں تب تو اُن کو بُرا کہا جائے۔ ہر فائدہ کی چیز حلال نہیں ہوتی، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ (ترجمہ) وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجیے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلیے فائدے ہیں۔ اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

کتنی واضح بات ہے کہ نفع ہوتے ہوئے ان میں بڑا گناہ بتایا ہے، اہلِ دُنیا صرف دُنیا کے ظاہری موجودہ نفع کو دیکھتے ہیں اور نہ اُس کے دنیاوی انجام پر نظر رکھتے ہیں۔ نہ آخرت کے انجام کو سوچتے ہیں۔

وَاللّٰهُ الْهَادِيْ اِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ ۝

جناب سیّد امین گیلانی صاحب

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

مرے سجدوں کی، درِ یار کی باتیں کرنا
زخمِ دل، دیدۂ خونبار کی باتیں کرنا

نہ ہی زَر کی نہ ہی زَر دار کی باتیں کرنا
تم مری بزم میں معیار کی باتیں کرنا

دِل کی باتیں کبھی دلدار کی باتیں کرنا
عشق کی عشق کے بیمار کی باتیں کرنا

کسی سودے کی نہ بازار کی باتیں کرنا
جان کی، جاں کے خریدار کی باتیں کرنا

تم کبھی طُور کبھی دَار کی باتیں کرنا
حُسن کی حُسن کے دیدار کی باتیں کرنا

نہ سیاست کی نہ سرکار کی باتیں کرنا
مجھ سے تم صرف مرے یار کی باتیں کرنا

ہجر کی، ہجر کے بیمار کی باتیں کرنا
وصل کی وصل کے اقرار کی باتیں کرنا

چند سکّوں میں جہاں بِک گئے یُوسُف جیسے
تم اُسی مصر کے بازار کی باتیں کرنا

جن کی مستی کا قیامت میں بھی ہوگا چرچا
شبلیؒ و رومیؒ و عطارؒ کی باتیں کرنا

جس کی توبہ نے درِ رحمتِ حق کھولا ہو
تم ضرور ایسے گنہگار کی باتیں کرنا

کارآمد ہوں جو باتیں وہ تو کام آئیں گی
کام کیا آئیں گی بیکار کی باتیں کرنا

مرے آقا مرے سرکار کی باتیں کرنا
تم اُس اللہ کے سہہ کار کی باتیں کرنا

اُن کی پیشانیِ ضو بار کی باتیں کرنا
تم اُسی مطلعِ انوار کی باتیں کرنا

قامت و گیسوئے خم دار کی باتیں کرنا
حُسنِ گفتار کی رفتار کی باتیں کرنا

خندق و بدر و اُحد کا کبھی قصّہ چھیڑو
دارِ اَرقم کی کبھی غار کی باتیں کرنا

عرش پہ پہنچا تھا کس شان سے بُراق سوار
قابِ قوسین کے اَسرار کی باتیں کرنا

بیٹھنے والو، یہ اِک رند کی مجلس ہے یہاں
تم فقط ساقی و میخوار کی باتیں کرنا

مری مجلس ہے امیںؔ پیار کی مجلس اِس میں
اپنے دُشمن سے بھی تم پیار کی باتیں کرنا

○

تاریخ قراءات متواترہ اور حل اشکالات

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدُ الواحدُ زید مجدہم
مُدرِّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

باب اوّل۔ جَمعُ القُرآن بین الدَّفّتَینِ

قرآن کا مدار ہمیشہ سے ضبط و حفظ پر ہے۔ مگر صحابہ کرام رضؓ کی ایک جماعت حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضورؐ کے حکم اور ہدایت کے مطابق اس کو لکھتی بھی رہتی تھی۔ بروقت نزول اُن میں سے جو لوگ حاضر ہوتے تھے وہ لکھ لیتے تھے۔ کیونکہ قرآن ۲۳ سال کے عرصہ میں تدریجاً نازل ہوا تھا۔ اس طرح حضورؐ کی حیاتِ مبارک میں لکھا جا چکا تھا مگر ایک جگہ جمع نہ تھا اور صحابہ رضؓ کرام کا اصل اعتماد حضورؐ کی تعلیم اور ضبط پر تھا۔ اور اُن میں سے بعض کو تمام اور بعض کو نصف۔ بعض کو ربع اور بعض کو اس سے کم یا زیادہ یاد تھا۔ اور ایسا کوئی نہ تھا جس کو چند سورتیں یاد نہ ہوں۔

بعہد حضرت ابوبکر صدیق (۱۱ھ میں) یمامہ کی لڑائی ہوئی اس میں پانچ سو سے زیادہ قراء قرآن شہید ہو گئے۔ اس سے حضرت عمر رضؓ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں صحابہ رضؓ کرام کی وفات سے قرآن معدوم نہ ہو جائے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضؓ سے درخواست کی کہ قرآن کو ایک جگہ جمع کرائیں۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے پہلے انکار کیا اور کہا کہ جو کام حضورؐ نے نہیں کیا میں اُس کو کیسے کروں۔ مگر پھر پے در پے توجہ دلانے سے آمادہ ہو گئے اور حضرت زید رضؓ بن ثابت انصاری کو اس خدمت پر مامور کیا۔ حضرت زید رضؓ کہتے ہیں: "اگر مجھے پہاڑ کے اُٹھانے کا حکم دیا جاتا تو اس سے آسان ہوتا"۔ حضرت زید رضؓ نے باوجود حافظ ہونے کے ایک ایک آیت صحابہ رضؓ

کرام کی گواہی سے لکھی اور تمام قرآن کو جمع کر دیا، مگر وہ متفرق صحیفے تھے جو تاحیات حضرت ابوبکرؓ کے اور پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہے اور آپ کی شہادت کے بعد اُم المؤمنین حضرت حفصہؓ کے قبضہ میں آئے۔

سن۳۰ھ میں حضرت حذیفہؓ بن الیمان آرمینیہ و آذربائیجان کی لڑائیوں میں شریک ہوتے تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمان قرآن کی ترتیب وغیرہ کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں اور ہر شخص اپنی قرات کو دوسرے کی قرات سے بہتر کہتا ہے اس سے جناب موصوف کو بے حد رنج ہوا اور آپ نے مدینہ میں حاضر ہو کر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ "اے امیر المؤمنین قرآن کے متعلق اُمّتِ محمدیؐ کا تفرقہ مٹایئے اور اس سے قبل کہ اُن میں یہود و نصارٰی کے مانند اختلاف ہو آن کی دست گیری کیجیے" حضرت عثمانؓ نے وہ صحیفے حضرت حفصہؓ سے منگا کر حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری موصوف حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ۔ حضرت عبدالرحمنؓ بن الحارث بن ہشام۔ اور حضرت سعیدؓ[1] بن العاص قرشیین کو اُن کی نقلیں کرنے پر مقرر کیا اور حکم دیا کہ اگر کسی بات میں حضرت زیدؓ اور باقی حضرات کے درمیان اختلاف ہو تو اُس کو لغت قریش میں لکھیں کیونکہ قرآن لسان قریش پر نازل ہوا ہے۔

جب باجماع صحابہؓ کرام آٹھ[2] نقلیں تیار ہو گئیں تو حضرت عثمانؓ نے ایک ایک نسخہ مکہ معظمہ بصرہ، دمشق، کوفہ، یمن اور بحرین میں بھیج دیا اور ایک مدینہ منورہ میں اور ایک خاص اپنے لیے رکھ لیا۔ (اُسی کا نام امام ہے اور اسی پر بروقت شہادت آپ کا خون گرا تھا۔ محقق ابن جزری رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ میں اُس کو قاہرہ[3] میں دیکھا تھا اُس وقت تک اُس پر خون کے نشانات تھے) انہیں قرآنوں کو مصاحف عثمانیہؓ کہتے ہیں اجماع منعقد ہو گیا تھا کہ جو کچھ ان مصاحف میں نہیں ہے وہ قرآن نہیں ہے۔

محقق ابن جزری رحمہ اللہ النشر میں فرماتے ہیں۔

---

[1] بعض روایات میں حضرت سعیدؓ کے بدلے حضرت عبداللہ بن عمرؓ و بن العاص اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نام ہیں یہ دونوں حضرات حضرت زید کے شاگرد اور اُس وقت جوان تھے ممکن ہے کہ آن کو بھی بعد میں شریک و مددگار بنایا گیا ہو۔ ۱۲

[2] اکثر اہلِ نقل چار نسخے بتاتے ہیں اور علامہ دانی نے بھی اسی کی تائید کی ہے اور بعض نے سات بتائے ہیں۔

[3] سُنا ہے کہ اب یہ مصحف قسطنطنیہ میں ہے۔

فکتبت المصاحف علی اللفظ الذی استقر علیہ فی العرضۃ الاخیرۃ عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کما صرح بہ غیر واحد من ائمۃ السلف کمحمد بن سیرین و عبیدۃ السلمانی و عامر الشعبی۔ قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لو ولیت فی المصاحف ما ولی عثمان لفعلت کما فعل ص ۸ ج ۱

مصاحف اس لفظ پر لکھے گئے جس پر عرضۂ اخیرہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو برقرار رکھا گیا تھا۔ (یعنی جو عرضۂ اخیرہ میں منسوخ نہیں ہوئے تھے) بہت سے ائمہ سلف مثلاً محمد بن سیرین، عبیدہ سلمانی اور عامر شعبی رحمہم اللہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ حضرت علی رضؓ کہتے ہیں۔ "مصاحف کے بارے میں جو کچھ عثمان نے کیا اگر مجھے موقع ملتا تو وہی میں کرتا۔"

محقق ابن جزری رحمہ اللہ النشر میں لکھتے ہیں۔

"ولا شک ان القرآن نسخ منہ وغیر فیہ فی العرضۃ الاخیرۃ فقد صح النص بذلک عن غیر واحد من الصحابۃ وروینا باسناد صحیح عن زر بن حبیش قال قال لی ابن عبّاس ای القراء تین تقرأ قلت الاخیرۃ قال فان النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کان یعرض القرآن علی جبریل علیہ السلام فی کل عام مرۃ قال فعرض علیہ القرآن فی العام الذی قبض فیہ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم مرتین فشھد عبد اللہ یعنی ابن مسعود ما نسخ منہ وما بدل فقراءۃ عبد اللہ الاخیرۃ

واذ قد ثبت ذلک فلا اشکال ان الصحابۃ کتبوا فی ھذہ المصاحف ما تحققوا انہ قرآن وما علموہ استقر فی العرضۃ الاخیرۃ وما تحققوا صحتہ عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم مما لم

ینسخ وان لم تکن داخلة فی العرضة الاخیرة ولذلک اختلفت المصاحف بعض اختلاف اذ لو کانت العرضة الاخیرة فقط لم تختلف المصاحف بزیادة نقص وغیرذلک وترکوا ماسوی ذلک ولذلک لم یختلف علیهم اثنان حتی ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لما ولی الخلافة بعد ذلک لم ینکر حرفا ولا غیرہ مع انہ هو الراوی ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یامرکم ان تقرؤا القرآن کما علمتم و هو القائل لو ولیت من المصاحف ما ولی عثمان لفعلت کما فعل . . .

ثم ان الصحابة رضی اللہ عنهم لما کتبوا تلک المصاحف جردوها من النقط والشکل لیحتمله مالم یکن فی العرضة الاخیرة مما صح عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلم وانما اخلوا المصاحف من النقط والشکل لتکون دلالة الخط الواحد علی کلا اللفظین المنقولین المسموعین المتلوین شبیهة بدلالة اللفظ الواحد علی کلا المعنیین المعقولین المفهومین فان الصحابة رضوان اللہ علیهم تلقوا عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ما امرہ اللہ تعالی بتبلیغه الیهم من القرآن لفظه و معناہ جمیعا و لم یکونوا لیسقطوا شیئا من القرآن الثابت عنه صلّی اللہ علیہ وسلّم ولا یمنعوا من القراءة به　　(ص ۳۲ ج ۱ النشر)

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرضۂ اخیرہ میں قرآن میں نسخ اور تغیر ہُوا۔ اس کی تصریح صحیح سند سے بہت سے صحابہ سے منقول ہے۔ صحیح سند سے ہے۔ زر بن جیش رح کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رض نے

مجھ سے پوچھا تم کون سی قراءت پڑھتے ہو تو میں نے جواب دیا کہ آخری والی پھر یہ وضاحت کی کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم جبریل علیہ السّلام سے ہر سال میں ایک مرتبہ قرآن پاک پڑھتے تھے اور جس سال آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا انتقال ہُوا اُس سال آپ نے حضرت جبریل کو دوبار قرآن سُنایا تو اُس وقت جو کچھ نسخ اور تبدیلی ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کے شاہد اور گواہ ہیں اور ان کی قراءت آخری قراءت ہے۔

جب یہ ثابت تو اس میں کچھ اشکال نہیں رہا کہ ان مصاحف میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف وہی کچھ لکھا جس کی اُن کو تحقیق تھی کہ وہ قرآن ہے اور جو عرضۂ اخیرہ میں قائم رہا تھا اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جس کی صحت ثابت تھی اور منسوخ نہیں ہوا تھا۔ اگرچہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عرضۂ اخیرہ میں اس کو پڑھا نہیں تھا۔ اسی وجہ سے مصاحف میں بعض اختلاف نظر آتا ہے۔ کیونکہ اگر قرآن فقط وہی ہوتا جو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عرضۂ اخیرہ میں پڑھا تھا تو مصاحف میں زیادت اور کمی کا اختلاف اور دیگر اختلاف نہ ہوتے اور صحابہ نے اس کے علاوہ کو ترک کر دیا ہوتا۔ اسی لیے صحابہ کے اس عمل پر کسی دو کا بھی اختلاف نہیں ہُوا۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو خود اس بات کے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم (میں سے ہر ایک) اس طرح قرآن پڑھو جیسے تم سکھلائے گئے ہو جب اُنھوں نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو نہ کسی حرف کو غلط کہا اور نہ ہی اس میں کچھ تبدیلی کی اور فرماتے ہیں کہ مصاحف کے بارے میں جو کچھ عثمان نے کیا اگر مجھے موقع ملتا تو وہی میں کرتا"

پھر صحابہ نے جب یہ مصاحف لکھے تو نقطہ و اعراب سے ان کو خالی رکھا تاکہ اُن میں وہ قراءتیں بھی شامل ہو جائیں جو اگرچہ عرضۂ اخیرہ میں پڑھی نہیں گئیں، لیکن نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے صحت کے ساتھ ثابت ہیں۔ اُنھوں

مصاحف کو جو نقطہ و اعراب سے خالی رکھا تو اس وجہ سے کہ ایک ہی خط کی دلالت دو منقول و مسموع اور متلو لفظوں میں ہو جائے جیسا کہ ایک لفظ کی دو معقول و مفہوم معانی پہ دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی کچھ سیکھا جس کو لفظ و معنی سمیت ان تک پہنچانے کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا اور صحابہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت قرآن میں سے کچھ ساقط کرنے والے نہیں تھے اور نہ ہی اس کی قراءت سے منع کرنے والے تھے۔"

یہاں ہم ایک اشکال کا دفعیہ کرتے ہیں۔

اشکال محقق ابن جزری رحمہ اللہ نے عرضۂ اخیرہ میں قرآن میں نسخ و تغیر ہونے کی تصریح کی ہے اور مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ مقدمہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ "اس موقعہ پر بہت سی قراءتیں منسوخ کر دی گئیں اور صرف وہ قراءتیں باقی رکھی گئیں جو آج تک تواتر کے ساتھ محفوظ چلی آتی ہیں"۔

نیز علوم القرآن میں فرماتے ہیں۔" اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضۂ اخیرہ کے وقت بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے منسوخ قرار دے دی گئی تھیں"۔ ص ۱۴۹

جواب ہم کہتے ہیں کہ محقق نے اپنے اس قول میں نہ تو یہ تصریح کی ہے کہ عرضۂ اخیرہ میں مرادفات کا نسخ ہوا اور نہ ہی اس کو صراحت سے ذکر کیا ہے کہ اور قسم کی قراءات منسوخ ہوئی تھیں۔ انھوں نے صرف نسخ اور تغیر کا ذکر کیا ہے اور مرادفات کا اس کا مصداق ہونا تو ظاہر ہے، لیکن اور قراءات کو منسوخ ماننا محتاج دلیل ہے۔ زر بن حبیش رحمہ اللہ کا یہ قول کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کونسی قراءت پڑھتے ہو اور میں نے کہا آخری اس کو مرادفات کے علاوہ بعض دیگر قراءات کے نسخ پہ دلیل بنانا واضح نہیں ہے کیونکہ یہ تو مرادفات پر بھی صادق آسکتا ہے۔

باب دوم، نقل قراءات حصہ اوّل صحابہ رضی اللہ عنہم کرام اور تابعین میں سے شیوخ قراءات

جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کرام قاری[1] بعض حافظ اور بعض خصوصیت کے ساتھ معلّم قراءات تھے۔ امام ابو عبید قاسم رحمہ اللہ

[1] آج کل قاری اُسے کہتے ہیں جو سبعہ یا عشرہ قراءات جانتا ہو اور حافظ سے اُس کا مرتبہ ارفع و اعلیٰ تصور ہوتا ہے۔ صدرِ اوّل میں ہر قرآن پڑھنے والے کو قاری کہتے تھے اور حافظ کا درجہ اس سے بہت بلند تھا۔

بن سلام پچھلے مقدس گروہ کے متعلق کتاب القراءات میں کہتے ہیں" مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابوموسیٰؓ، حضرت سالمؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن زبیرؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ، حضرت معاویہؓ۔ حضرت عبداللہؓ بن السائبؓ امہات المؤمنین حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور انصار میں سے حضرت ابیؓ۔ حضرت معاذؓ حضرت ابوالدرداءؓ۔ حضرت زیدؓ، حضرت ابو زیدؓ، حضرت مجمعؓ بن جاریہ۔ حضرت انسؓ بن مالک سے وجوہ قراءات منقول ہیں"۔ اسی متبرک گروہ میں سے حضرت عیاشؓ ______ اور آپ کے فرزند ابوالحارثؓ عبداللہ بن عیاشؓ قرشی، حضرت فضالہؓ بن عُبید انصاری اور حضرت واثلہؓ بن اسقع لیثی ہیں۔

ان میں سے اکثر حضرات نے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست اور بعض نے بواسطہ قرآن پڑھا تھا اور تمام جماعت روزانہ حضورؐ کی زبان مبارک سے سنتی رہتی تھی۔ اس برگزیدہ جماعت نے ہر حرکت و اِسکان اور حذف و اثبات کو حضورؐ سے ضبط کیا تھا اور ہر قسم کے وہم وشک سے پاک تھی اور جس طرح پڑھا تھا اُسی طرح تابعین کو پڑھا دیا۔

صحابہؓ کرام کے بعد قرآن پڑھانے والے تابعین عظام ہیں جو اسلامی دُنیا کے ہر گوشہ میں موجود تھے۔ ان میں سے پانچوں اسلامی مرکزوں میں حسب ذیل حضرات خصوصیت کے ساتھ قراءات کے معلّم تھے۔

مدینہ طیبہ میں حضرت امام زین العابدینؒ، سید التابعین حضرت سعید بن المسیّبؓ حضرت عروۃ بن زبیرؓ، حضرت سالمؒ بن عبداللہؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت سلیمان و حضرت عطاؓ ابنائے یسارؒ، حضرت معاذ بن الحارث معروف بمعاذ قاری، حضرت امام محمد باقرؒ حضرت عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، حضرت محمد بن شہاب الزہری۔ حضرت مسلم بن جُندُب ہُذلی قاضی، حضرت زید بن اسلم، حضرت یزیدؒ بن رومان، حضرت صالح بن خوّات، حضرت عکرمہ بربری مولی حضرت ابن عباسؓ حضرت امام جعفر صادقؒ وغیرہ

مکہ معظمہ میں حضرت عُبَید بن عُمیر۔ حضرت عطاء ابن ابی رباح۔ حضرت طاؤسؒ حضرت مجاہد بن جبرؒ حضرت عکرمہؒ بن خالدؓ، حضرت ابن ابی مُلیکہؒ، حضرت درباسؓ مولی حضرت ابن عباسؓ وغیرہ۔

کوفہ میں، حضرت علقمہ بن قیس، حضرت اسود بن یزید، حضرت عَبیدۃ بن عمرو حضرت عمرو

بن شرجیل۔ حضرت مسروق بن اَجدع، حضرت عاصمؒ بن ضمرۃ سلولی۔ حضرت زیدؒ بن وہب۔ حضرت حارث بن قیس، حضرت حارث بن عبداللہ الاعور ہمدانی، حضرت ربیع بن خثیم، حضرت عمرو بن میمون، حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی، حضرت زِرّ بن حبیش، حضرت سعد ابن الیاس، حضرت عُبَید بن نضیلہ، حضرت ابو زرعۃ بن عمرو بن جریر۔ حضرت سعید جبیر والبی۔ حضرت ابراہیم بن یزید بن قیس۔ حضرت عامر شعبی حضرت حمران بن اعین، حضرت ابو اسحاق سبیعی۔ حضرت طلحۃ بن مصرّف، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی۔ حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی قاضی، حضرت منصور بن معتمر بن مقسم ضبی ضریر۔ حضرت زائدۃ بن قُدامہ، حضرت منہال بن عمرو اسدی وغیرہ

بصرہ میں حضرت عامر بن عبدقیس۔ حضرت ابو العالیۃؓ۔ حضرت ابو الرجاء، حضرت نصر ابن عاصم حضرت یحییٰؓ بن یعمر۔ حضرت جابر بن زید، حضرت معاذؓ، حضرت خواجہ حسنؓ، حضرت محمدؒ بن سیرین۔ حضرت قتادہ۔ حضرت ابو الاسود دُؤَلی واضع نحو، حضرت حطّانؓ بن عبداللہ رقاشی وغیرہ۔

دمشق میں حضرت مغیرۃ بن ابی شہاب اور حضرت خلیدؓ بن سعد وغیرہ۔

ان میں سے بعض نے حضرات صحابہ کرام سے براہِ راست اور بعض نے بواسطہ قرآن پڑھا تھا۔ اور ہر حرف کو ضبط کیا تھا اور حضرات خلفائے راشدینؓ اور مہاجرینؓ وانصار سابقین سے سُنتے تھے۔ پھر بعض نے اپنا تمام وقت اور بعض نے اکثر اور بعض نے ایک حصّہ خدمتِ قرآن کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں

اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام "میں اٹھارہ جلیل القدر انبیاء کرام کا نام بنام اور دیگر انبیاء کرام کا ضمناً تذکرہ فرما کر ارشاد فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ : (۶ : ۹۰) یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی انہی کے طریق پر چلیے۔

اس آیتِ کریمہ کے تحت علامہ علاء الدّین علی بن محمّد بن ابراہیم بغدادی شافعی رحمہ اللہ (م ۷۲۵ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"علماء کرام نے اس آیتِ کریمہ سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سے افضل ہیں۔ بیان اس کا یہ ہے کہ فضل و کمال کی تمام خصلتیں اور شرف و مرتبہ کی تمام صفتیں تمام انبیاء کرام کو متفرق طور پر دی گئی ہیں۔ (یعنی کسی نبی کو کوئی صفت کسی نبی کو کوئی صفت) چنانچہ نوح علیہ السّلام میں یہ خاص صفت تھی کہ وہ اپنی قوم کی اذیتوں کو برداشت کرتے تھے۔ (اور اُف نہ کرتے تھے) حضرت ابراہیم علیہ السّلام میں یہ خوبی تھی کہ آپ بڑے سخی تھے اور اللہ کے راستے میں بڑا مجاہدہ کیا کرتے تھے۔ حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السّلام میں یہ خوبی تھی کہ یہ دونوں حضرات مصیبتوں اور مشقتوں پر صبر کیا کرتے تھے ، جناب داؤد اور سلیمان علیہما السّلام اللہ کی نعمتوں پر شکر

گزاری میں ممتاز تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اُن کے بارے میں فرماتے ہیں۔ اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا (۳۴: ۱۳) اے داؤد کے خاندان والو تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو۔ حضرت ایّوب علیہ السّلام تکلیف پر صبر کرنے میں خاص امتیاز رکھتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ط نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (۳۸: ۴۴) بیشک ہم نے اُن کو صابر پایا۔ اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے،

جناب یوسف علیہ السّلام صبر و شکر دونوں صفتوں کے جامع تھے،

جناب موسیٰ علیہ السّلام کو ظاہری شریعت اور کھلے معجزات دیے گئے تھے۔ جناب زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس علیہم السّلام صفتِ زہد یعنی دُنیا سے بے رغبتی میں ممتاز تھے۔ جناب اسمٰعیل علیہ السلام صفتِ صدق (سچائی) میں خاص امتیاز رکھتے تھے، جناب یونس علیہ السّلام اللہ کے حضور میں عاجزی کرنے اور گڑگڑانے میں ایک خاص شان رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو ایک تو یہ حکم دیا کہ آپ ان انبیاء کرام کی اقتداء فرمائیں دوسرے وہ تمام خصائلِ حمیدہ جو ان انبیاء کرام کو الگ الگ عطا فرمائی تھیں۔ وہ تمام کی تمام آپ کو عطا فرمادیں۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ کیونکہ آپ میں دیگر انبیاء کرام کی تمام خصائلِ حمیدہ جمع کردی گئی ہیں۔" [1]

کتاب و سُنّت میں طب و حکمت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ (م ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) تحریر فرماتے ہیں۔

"تفسیر روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں ہے کہ امیر المؤمنین ہارون رشید کے

---

[1] لباب التأویل فی معانی التنزیل، المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۵۷

پاس ایک نصرانی طبیب علاج کے لیے رہتا تھا۔ اُس نے علی بن حسین بن واقد سے کہا کہ تمہاری کتاب یعنی قرآن میں علمِ طب کا کوئی حصّہ نہیں، حالانکہ دُنیا میں دو ہی علم ہیں، ایک علمِ اَدْیَانَ دوسرا علم اَبْدَانْ جس کا نام طب ہے علی بن حسین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے فنِ طب و حکمت کو آدھی آیتِ قرآن میں جمع کر دیا ہے، وہ یہ کہ ارشاد فرمایا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ پھر اُس نے کہا اچھا تمہارے رسول کے کلام میں بھی طب کے متعلق کچھ ہے؟ اُنھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے چند کلمات میں سارے فنِ طب کو جمع کر دیا ہے، آپ نے فرمایا کہ "معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور مضر چیزوں سے پرہیز دواء کی اصل ہے اور ہر بدن کو وہ دو جس کا وہ عادی ہے۔" (کشاف، روح) نصرانی طبیب نے یہ سُن کر کہا کہ "تمہاری کتاب اور تمہارے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے جالینوس کے لیے کوئی طب نہیں چھوڑی۔"[1]

امام کرخی رح کا بیت المال سے وظیفہ لینے سے انکار

فقہائے احناف میں سے ایک بہت بڑے فقیہ گزرے ہیں جن کا نام نامی عبید اللہ بن حسین ہے کنیت ابوالحسن ہے، عراق کی ایک نواحی بستی "کرخ" کی طرف نسبت کی وجہ سے کرخی کہلاتے ہیں۔ نام سے زیادہ کنیت سے معروف ہیں۔ امام ابوبکر جصاص رازی رح اور امام ابوالحسن قدوری رح جیسی قد آور شخصیات کے استاذ ہیں، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رح آپ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں

"آپ بڑی کثرت کے ساتھ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے تھے۔ اخیر عمر میں

---

[1] معارف القرآن ج ۳ ص ۵۴۷ حضرت مفتی صاحب رح کچھ مزید روایات لکھ کر آخر میں فرماتے ہیں محدّثین نے ان روایاتِ حدیث کے الفاظ میں کچھ کلام کیا ہے۔ الخ یہ واقعہ نفحۃ العرب ص ۲۹ پر قلۃ الطعام کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

فالج کے حملہ کی وجہ سے معذور ہو گئے تھے۔ آپ کے کچھ شاگردوں نے سیف الدولہ بن حمدان کو لکھا کہ "امام کرخی رح کے لیے بیت المال سے کچھ وظیفہ متعین کر دیا جائے تاکہ وہ فارغ البالی کے ساتھ اپنی عمر کے آخری ایام بسر کر سکیں" امام کرخی رح کو جب دوستوں کی اس تحریک کی خبر ہوئی تو بے حد روئے اور بولے۔

"اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ رِزْقِیْ اِلَّا مِنْ حَیْثُ عَوَّدْتَنِیْ"

اے اللہ مجھے میرا رزق بس اسی جگہ سے عطا کیجیے جس کا آپ نے مجھے عادی بنا رکھا ہے۔

لکھا ہے کہ سیف الدولہ کا دس ہزار دراہم کا عطیہ پہنچ رہا تھا اور دوسری جانب لوگ اس علم و عمل کے پیکر کو کندھوں پر اُٹھائے تہہ خاک سلانے کے لیے لے جا رہے تھے"[1]

امام ابوالحسن کرخی رحمہ اللہ کا ۳۴۰ھ میں شعبان کی پندرہویں شب میں انتقال ہوا رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

مَیں نہیں چاہتا کہ اللہ کی حرام کردہ چیز استعمال کر کے اللہ سے ملوں

سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۹ھ) کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ اپنے تقویٰ و طہارت، خوف و خشیت، اور عدل و انصاف کی بناء پر معروف و مشہور ہیں ——— سلاطین اسلام میں آپ کی شخصیت بہت سی خوبیوں کی بناء پر ممتاز ہے، آپ کے ایک صاحبزادے تھے اسماعیل یہ بھی اپنے والد کی طرح اچھائیوں میں معروف تھے ان کا لقب ہی "الملك الصالح" تھا، ابھی بالکل نوجوان تھے صرف ۱۹ برس کی عمر تھی کہ مرض قولنج کا شکار ہو گئے۔

علامہ ابن العماد حنبلی رح (م ۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں۔

"اطبا نے یہ تجویز پیش کی کہ تھوڑی سی شراب استعمال کیجیے مرض کا

---

[1] الفوائد البھیہ ص۱۰۹

ازالہ ہو جائے گا۔ (اطباء اصرار کر رہے تھے) مگر نوجوان شہزادے نے کہا "لَا اَفْعَلُ حَتّٰی اَسْأَلَ الْفُقَهَاءَ" میں فقہاء سے جب تک نہ پوچھ لوں گا یہ نہ کروں گا، آخر فقہاء بلائے گئے۔ شافعی مذہب کے علماء نے (ایسی حالت میں اس کے استعمال کے متعلق) بالاتفاق جواز کا فتویٰ دیا، شہزادے نے علماء احناف میں سے علامہ علاء الدین کاسانی رحمہ اللہ سے سوال کیا تو اُنھوں نے بھی جواز کا فتویٰ دیا۔ شہزادے نے یہ سُن کر سوال کیا کہ "اگر میری موت کی مقررہ مُدت آچکی ہے تو شراب پینے سے کیا وہ ٹل جائے گی؟" جواب دیا گیا کہ نہیں، شہزادے نے کہا "وَاللّٰهِ لَا لَقِيْتُ اللّٰهَ وَقَدْ فَعَلْتُ مَا حَرَّمَ عَلَيَّ" خُدا کی قسم میں ایسی چیز استعمال کر کے اللہ سے ملاقات نہیں کروں گا جسے اس نے مجھ پر حرام قرار دیا ہے، علامہ آگے تحریر فرماتے ہیں "مَاتَ وَلَمْ يَشْرَبْهُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالیٰ" خُدا اُس پر رحم و کرم فرمائے وہ مرگیا، لیکن اُس نے شراب کو منہ نہیں لگایا۔[1] اللہ تعالیٰ تمام مُسلمانوں کو ان حضرات کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

چار تعجّب خیز باتیں

(۱) تعجّب ہے اس شخص پر جسے موت کا یقین ہے اور پھر خوش و خرم رہتا ہے۔

(۲) جسے دوزخ کی آگ ہونے کا یقین ہے اور وہ ہنستا رہتا ہے۔

(۳) جسے تقدیر کا یقین ہے اور پھر غمگین ہوتا ہے۔

(۴) جسے دنیا کے فانی اور غیر مستقر ہونے کا یقین ہے اور وہ اس پر کیسے اعتماد کرتا اور اس سے مطمئن ہوتا ہے۔

---

[1] شذرات الذہب ج ۴ ص ۲۵۸

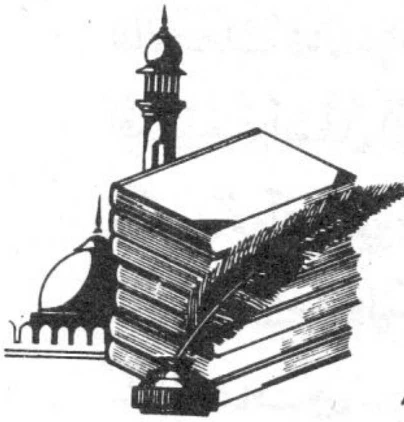

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : تجلیاتِ صفدر (جلد اوّل)

افادات : حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

صفحات : ۷۰۰

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : جمعیت اشاعت العلوم الحنفیہ فیصل آباد

قیمت : ۲۰۰/-

حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر دامت برکاتہم کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، قدرت نے آپ کو اِحقاقِ حق اور اِبطالِ باطل کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے، کوئی فتنہ کسی بھی وقت کسی بھی جگہ سر اُبھارے آپ اُس کی بیخ کنی کے لیے مستعد نظر آتے ہیں، یُوں لگتا ہے قسّامِ ازل نے آپ کو اسی کام کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ اہلِ علم اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ احقاقِ حق اور اِبطالِ باطل نہایت دُشوار ترین اُمور میں سے ہے، اس میں خود مسلکِ اعتدال پر مستقیم رہنا اور دوسروں پر حق کو واضح کرنا توفیقِ ایزدی کے بغیر ممکن نہیں، حضرت مولانا محمد امین صاحب کی شخصیت اہلِ سُنّت کے لیے اس لحاظ سے قابلِ فخر بھی ہے اور قابلِ صد رشک بھی کہ آپ اس پُرخار وادی میں قدم رکھنے کے باوجود اہلِ سُنّت کے انتہائی صاف و شفاف مسلک پر قائم اور اس کی نشر و اشاعت میں مصروف ہیں۔

ابتداءً آپ کا رُخ عیسائیت کی تردید کی طرف تھا۔ بعد ہٗ مرزائیت سے سابقہ پڑا تو اُدھر رُخ کرنا پڑا، حالات نے پلٹا کھایا تو غیر مقلدیت کی تردید کی طرف توجّہ کرنی پڑی۔ آج کل آپ کی زیادہ

مصروفیت غیر مقلدیت کی تردید ہی کی طرف ہے اور یہ آپ کی مجبوری بھی ہے اس لیے کہ غیر مقلدین کو اس اعتراف[1] و اقرار کے بعد کہ برّصغیر پاک و ہند میں قدیم سے احناف چلے آرہے ہیں اور یہ لوگ نووارد ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ یہ احناف کے ممنونِ احسان ہوتے کہ اُنھوں نے اِنھیں یہاں رہنے کے لیے جگہ دی اور ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اور یہ خاموشی کے ساتھ اپنے مسلک پر عمل کیے جاتے، لیکن ان حضرات نے احناف کا ممنونِ احسان ہونے کے بجائے اُن سے محاذ آرائی اور مقابلہ کی راہ کو اپنایا اور اس سلسلہ میں انتہائی جارحانہ اور متشدّدانہ انداز اختیار کیا، چنانچہ عین اُس وقت جبکہ ہندوستان کے حنفی مُسلمان انگریز کے خلاف جہاد میں اپنی جانیں قربان کر رہے تھے، یہ حضرات ہندوستان کو دارالاسلام قرار دے کر انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کے ناجائز ہونے کا فتوٰی دے رہے تھے، صرف یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو انگریزی حکومت کا خیرخواہ اور وفادار ثابت کر کے انگریزی حکومت کو عادل و مہربان گورنمنٹ اور خدا کی رحمت قرار دیتے ہوئے اس کے زیرِ سایہ رہنے کو اسلامی حکومتوں کے زیرِ سایہ رہنے سے بہتر قرار دے رہے تھے۔

انگریز کے ہندوستان پر غاصبانہ طور پر قابض ہو جانے کے بعد۔ بجائے اس کے کہ یہ حضرات ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان و عمل کی فکر کرتے اُلٹا اُن کے ایمان و عمل کے درپے ہو گئے، چنانچہ برسرِعام ائمۂ کرام کی تجہیل اور فقہاء و صوفیاء کی تضلیل کی جانے لگی۔ تقلیدِ شخصی کو شرک قرار دے کر ہر ایرے غیرے کے لیے اجتہاد کو جائز قرار دیا جانے لگا۔ عوام کے سامنے فقہ و حدیث میں تضاد ظاہر کر کے اُنھیں فقہ سے متنفر کیا جانے لگا۔

منسوخ و متروک احادیث کو آڑ بنا کر اُن مسائل کو ہوا دی جانے لگی جو شروع دَور سے ائمہ مجتہدین کے درمیان مختلف فیہ چلے آرہے تھے

احناف کی نمازوں کو باطل اور ان کے دیگر اعمال کو بیکار ثابت کیا جانے لگا، اسی پر بس نہیں۔ اُنھیں کافر و مشکوک قرار دے کر اُن سے نکاح و مناکحت کو ناجائز اور ان کی بیویوں کو بغیر نکاح کے حلال قرار دیا جانے لگا، اس پر اطمینان نہیں ہوا تو اُنھیں غیر ناجی فرقہ قرار دے کر دوزخی ثابت کیا جانے لگا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گھر گھر سر پھٹوّل ہونے لگی، بھائی بھائی کے خون کا پیاسا بن گیا، نوبت فوجداری مقدمات تک پہنچی جس پر اپنے تو اپنے اغیار کو بھی ہنسنے کا موقع ملا[2] یہ صحیح ہے کہ پانچوں اُنگلیاں ایک جیسی

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے دیباچہ رسائل اہل حدیث ج اوّل۔ [2] تفصیل کیلیے دیکھیے دیباچہ رسائل اہل حدیث جلد اوّل۔

نہیں ہوتیں۔ اِن میں کچھ سنجیدہ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنوں کی ان متشدّدانہ و جارحانہ کارروائیوں سے سخت بری و بیزار تھے اور کھُل کر ان سے برأت کا اظہار کرتے تھے، لیکن وہ معدودے چند تھے اکثریّت کا حال وہی تھا جو اُوپر مذکور ہُوا۔

قانونِ فطرت ہے کہ ہر عمل کا ردِّ عمل ہوتا ہے، چنانچہ غیر مقلدین کے اس طرزِ عمل کا یہ ردِّ عمل ہُوا کہ احناف کو مجبوراً اپنے دفاع کے لیے آگے آنا پڑا تاکہ اِن حضرات کی جارحانہ کارروائیوں پر بند باندھا جا سکے، چنانچہ احناف کے کچھ عُلماء آگے بڑھے اور انھوں نے غیر مقلدین کی اِن جارحانہ کارروائیوں کے دفاع میں تحریر و تقریر اور تصنیف و تالیف سے کام لیا اِن عُلماء میں بعض ایسے بھی تھے جنھیں اختلافی امور اور مناظرانہ روش سے کسی قسم کی دِلچسپی نہ تھی، راقم الحروف کے خیال میں اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت شاہ اسحٰق صاحب رحمہ اللہ (م ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء) کے شاگردِ رشید حضرت نواب قطب الدّین رحمہ اللہ (م ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۱ء) مصنّف "مظاہرِ حق" نے متعدد رسالے مثلاً "تحفۃ العرب والعجم" "توفیر الحق" وغیرہ لکھے۔ نواب صاحب رحمہ اللہ کے بعد آپ کے ایک شاگرد مولانا محمّد شاہ پنجابیؒ (م ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) نے مدار الحق، عروۃ الوثقیٰ اور اعتراضات اہل السنۃ وغیرہ کتابیں لکھیں اور دوسرے شاگرد مولانا عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ (م　　　) نے "تنبیہ الضالین" لکھی

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ (م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) نے متعدّد رسالہ مثلاً "اقامۃ الحجۃ فی ان الاکثار فی العبادۃ لیس ببدعۃ" "تحفۃ الطلبۃ فی مسح الرقبۃ" "الھسھسۃ بنقض الوضوء بالقھقھۃ" "تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سیّد الابرار" ابراز الغی" تذکرۃ الراشد" وغیرہ تصنیف فرمائے۔

آپ کے تلمیذ اجل مولانا محمّد ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ (م ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) نے آثار السنن، جلاء العین فی رفع الیدین، حبل المتین فی الاخفاء بآمین، جامع الآثار فی اختصاص الجمعۃ بالامصار، الدرۃ الغرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ، اوشحۃ الجید فی اثبات التقلید اور ان کے علاوہ بہت سے رسالے لکھے۔

مولانا احمد علی سہارن پوری رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید مولانا محمد حسن صاحب (م　　　) محدّث فیض پوریؒ نے الدلیل المبین، رحمۃ الودود، الامتناع والزجر اور ستہ ضروریہ وغیرہ کتابیں لکھیں۔ مولانا

ارشاد حسین محدّث رامپوری رحؒ (م ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳) نے انتصار الحق فی اکساد اباطیل معیار الحق لکھی حضرت گنگوہی رحؒ (م ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۸ء) نے الرای النجیح فی اثبات التراویح اوثق العری، رد الطغیان هداية المعتدی، سبیل الرشاد وغیرہ رسالے لکھے، حضرت نانوتوی رحؒ (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ھ) نے توثیق الکلام الدلیل المحکم وغیرہ رسالے لکھے آپ کے ایک شاگرد مولانا منصور علی مراد آبادی رحؒ (م ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء) نے فتح المبین فی کشف مکائد غیر مقلدین جیسی ضخیم کتاب لکھی، دوسرے شاگرد حضرت شیخ الہند رحؒ (م ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) نے ادلۂ کاملہ، ایضاح الادلہ اور احسن القرٰی جیسی کتابیں تالیف فرمائیں آپ کے بعد آپ کے تلامذہ نے بہت سی کتابیں لکھیں، چنانچہ علّامہ انور شاہ کشمیری رحؒ (م ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء) نے فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب، نیل الفرقدین فی مسألۃ رفع الیدین، کشف الستر عن صلاۃ الوتر وغیرہ تحریر فرمائیں۔ حضرت تھانوی رحؒ (م ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۳ء) نے اعلاء السنن اور احکام القراٰن جیسی وقیع کتابیں تالیف کروائیں۔ حضرت مفتی کفایت اللہ رحؒ (م ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۳ء) نے کف المؤمنات عن حضور الجماعات لکھی، سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی رحؒ (م ۱۳۷۹/ ۱۹۵۹ء) نے تحقیق السعید فی منع النساء عن العید لکھی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحؒ (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) نے "حفظ الرحمٰن لمذہب النعمان" لکھی، حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہان پوری رحؒ (م ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) نے متعدد[1] مفید رسالے لکھے، اسی طرح مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحؒ (م ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء) نے رکعات تراویح، الاعلام المرفوعة، الازھار المرفوعة، تحقیقِ اہلِ حدیث وغیرہ رسالے لکھے۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب دامت برکاتہم نے طائفہ منصورہ، مقام ابی حنیفہ رحؒ، الکلام المفید، اور احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام جیسی ضخیم کتابیں تالیف فرمائیں۔

قارئین محترم ان کتابوں میں سے اکثر ہماری نظر سے گزری ہیں جس کتاب پہ بھی نظر پڑی وہ دفاعی لائن کی نظر آئی جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اِن بزرگوں کا اصل ہدف یہ نہیں تھا مجبوراً اس طرف توجہ کرنی پڑی اور اتنی کتابیں لکھی گئیں۔ دفاعی تصنیف وتالیف کا یہ سلسلہ تاحال جاری ہے اور نہ معلوم کب تک جاری رہے گا۔ کیونکہ زمانۂ حال کے غیر مقلدین حضرات دُشنام طرازی اور تنگ ظرفی میں اپنے بڑوں

---

[1] آپ کے سولہ ۱۶ رسالوں کا مجموعہ جمعیت اہل سُنّت کی طرف سے شائع ہوچکا ہے۔

پر بھی سبقت لیتے جارہے ہیں، حیرت کی بات ہے کہ دُنیا اس وقت کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے، دہریّت، یہودیت، عیسائیت، صیہونیت اور اشتراکیت مسلمانوں کو اپنے نرغے میں لے رہی ہیں، ہزاروں مسلمانوں کے ایمان سے ہاتھ دھونے کی خبریں آرہی ہیں، ہر طرف مسلمان مصائب وآلام سے دوچار ہیں، ان حالات کا تقاضا تو یہ تھا کہ تمام مسلمان متّحد و متفق ہوکر سیسہ پلائی دیوار بن جاتے تاکہ غیروں کو ان کی طرف آنکھ اُٹھانے کی جُرأت نہ ہوتی، لیکن ہمارے غیر مقلد بھائی اِن اُمور سے قطع نظر کہیں کچھوے اور گوہ کی حلت پر رسالے لکھتے نظر آتے ہیں۔ کہیں گھوڑے کو ذبح کرکے بزعمِ خویش احیاءِ سُنّت کا راگ الاپتے نظر آتے ہیں، کہیں چوتھے دن قربانی اور آٹھ رکعات تراویح پر مناظرہ بازی ہے، کہیں آمین بالجہر اور قرأت خلف الامام موضوعِ بحث ہیں اور رکوع میں جاتے اُٹھتے رفع یدین کا مسئلہ تو گویا ایمان و کُفر کا مسئلہ ہے ہر غیر مقلد کی تان رفع یدین پر آکر ٹوٹتی ہے۔ اس پر مناظرہ مجادلہ بلکہ مقاتلہ تک کی نوبت پہنچی ہوئی ہے، حالانکہ نزاعی مسائل میں بعض مسائل ایسے ہیں جو دَورِ صحابہؓ سے مختلف فیہ چلے آرہے ہیں، صحابۂ کرامؓ میں بھی بعض کا رجحان ایک طرف تھا تو بعض کا دوسری طرف، لیکن کہیں نہیں ملتا کہ صحابۂ کرامؓ نے اپنے عمل کے اثبات میں جلسے کیے ہوں، مناظرے کروائے ہوں بلکہ یہ تک نہیں ملتا کہ اُنھوں نے دوسروں کو اس کی دعوت بھی دی ہو چہ جائیکہ دوسروں کے مسلک کو بیک قلم غلط قرار دینا اُن کو گمراہ سمجھنا اور ان کی نماز وغیرہ کو بیکار بتلانا، یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام کی صفوں میں باوجود بعض جزوی مسائل میں اختلاف کے انتہائی اتّحاد و اتّفاق تھا اور وہ ملک در ملک فتح کرتے چلے جاتے تھے۔

بات کہاں سے کہاں جا پہنچی، راقم الحروف عرض کر رہا تھا کہ آج کل مولانا موصوف کی زیادہ مصروفیت غیر مقلدیت کی تردید کی طرف ہے جو آپ کی مجبوری ہے۔ الحمد للہ آپ تصنیف و تالیف تقریر و تحریر اور درس و تدریس کے ذریعہ اہلِ حق کی طرف سے دفاع کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے قلمِ حقیقت رقم سے بہت سی کتابیں نکل کر علماء و عوام سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب "تجلّیاتِ صفدر" آپ کی "تازہ ترین" تالیف ہے جو آپ کے علوم و معارف اور قیمتی شہ پاروں پر مشتمل ہے، اس کتاب میں آپ کے مختلف عنوانات سے متعلق تقریباً چالیس مضامین درج کیے گئے ہیں جن میں سے اکثر مضامین ماہنامہ "الخیر" ملتان میں چھپتے رہے ہیں، بعض مضامین وہ ہیں جو آپ نے مختلف کتابوں کے مقدمات کے طور پر تحریر فرمائے تھے۔ بعض انتہائی نایاب مضامین بھی شاملِ

اشاعت ہیں جو راقم کی نظر سے پہلی دفعہ گزرے ہیں۔ مولانا موصوف کے یہ مضامین انتہائی نادر اور قیمتی معلومات پر مشتمل ہیں جن سے اکثر کتب خالی نظر آتی ہیں، آپ نے ان مضامین میں احناف کَثَّرَ اللّٰہُ سَوَادَھُم کے موقف کو نہایت ہی آسان انداز میں بیان فرما کر غیر مقلدین حضرات کے اعتراضات و اشکالات کے انتہائی مُسکِت جوابات دیے ہیں جنہیں پڑھ کر ایک عام آدمی کو بھی اپنے مسلک کی صداقت و حقانیت پر غیر متزلزل اعتماد و یقین حاصل ہوجاتا ہے اور تمام شکوک و شبہات دُور ہوکر دل میں طمانینت پیدا ہوجاتی ہے۔ انداز اس قدر آسان و دلکش ہے کہ کتاب شروع کرکے ختم کیے چین نہیں آتا جو حضرات غیر مقلدیّت سے نبرد آزما ہوں یا اُن کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات سے پریشان ہوں یہ کتاب اُن کے لیے ایک بہترین رہنما کا درجہ رکھتی ہے جس سے ہر قسم کے شکوک و شبہات دُور کیے جاسکتے ہیں اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیے جاسکتے ہیں۔

کتاب حسنِ معنوی کے ساتھ حسنِ ظاہری سے بھی آراستہ ہے، طباعت و کتابت نہایت عمدہ ہے۔ جلد ڈائی دار ہے، قارئین اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔ ن - د

بقیہ: مولانا محمد منظور نعمانی

ہے۔ دوسرے شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رح کا اس میں خواص کی منفعت ہے۔ اب آپ میزان کرلیں تول لیں آپ کو کیا عزیز ہے۔ عوام کی حفاظت یا خواص کی منفعت دیکھیے چند لفظوں میں کیسے معارف و حقائق بیان کر دیے آخری عمر میں مولانا نعمانی رح کی توجہ فرمانے پر سنبھل شہر کی جامع مسجد کی تعمیر عمدہ طریقے پر ہوگئی جو صحیح حدیث کی رُو سے صدقہ جاریہ ہے۔ اسی حدیث میں دوسری چیز وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْلَہٗ آپ کے فرزندوں میں مولانا عتیق الرحمٰن صاحب اور مولانا خلیل الرحمٰن سجاد جیسے صاحبِ علم و فضل اور دینی و علمی خدمات میں مشغول ہیں اور تیسری چیز عِلْمٌ یُنْتَفَعُ بِہٖ آپ کی تصانیف ہیں جن کا فیض و نفع عام ہے، اس قحط الرّجال کے زمانہ میں ایسی جامع الصّفات ہستی کا اُٹھ جانا ملّتِ اسلامیہ خاص طور پر بھارت کے مسلمانوں کے لیے عظیم خسارہ و نقصان ہے۔ اخیر میں مفکّر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کے تاثرات پر اپنی بات ختم کرتا ہوں

"مولانا نعمانی رحمہ کا وجود ایک کرامت کے طور پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو جو جامعیت و امتیازات عطا کیے تھے وہ کم ہی لوگوں کے حصہ میں آیا ہے۔ ان کا انتقال ملّت کا عظیم نقصان ہے۔ ایک بڑا چشمہ قوت و خیر بند ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے کارناموں کا زندہ رکھے اور ان کی تصانیف سے لوگ استفادہ کریں

ارسال کردہ مولانا اللہ وسایا صاحب

گورنر پنجاب کے نام ایک کھلا خط

بخدمت عالی جناب گورنر پنجاب

السّلام علیکم ۔ مزاج گرامی!

آج ۳۱ ر مئی ۹۷ء کے اخبارات میں جناب کا بیان شائع ہوا ہے کہ آئین میں قادیانیوں کے جج بنائے جانے پر کوئی پابندی نہیں ۔(۲) جس جج کے متعلق قادیانی ہونے کا الزام تھا وہ خود کو مسلمان کہتا ہے۔ ختمِ نبوّت کا اقرار کرتا ہے جو خود کو مسلمان کہے اس کے بیان پر یقین کر لینا چاہیے۔

جناب والا! اسی طرح کا بیان سابق چیف جسٹس لاہور کا بھی شائع ہوا ہے۔آپ سے استدعا ہے کہ ۱۔ ہمیں تسلیم ہے کہ اقلیتوں کے جج بننے پر آئین میں کوئی پابندی نہیں، لیکن سوال صرف اتنا ہے کہ ایک ایسی اقلیّت (قادیانی) جو سرے سے آئین کو تسلیم نہیں کرتی اپنے آپ کو آئینِ پاکستان کے علی الرغم مسلمان کہتی ہے۔ دُنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر گردانتی ہے۔ اقلیتوں میں بطور پالیسی کے اپنے ووٹ درج نہیں کراتی۔ ظاہر ہے کہ ان کے یہ اقدات آئینِ پاکستان سے کھلی بغاوت ہے۔ باقی اقلیتیں آئین کو تسلیم کرتی ہیں۔ ان کے جج یا کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے پر کسی مسلمان نے اعتراض نہیں کیا۔ ایک مسیحی چیف جسٹس رہا ہے۔ وہ اقلیتیں جو آئین کی وفادار رہیں اُن کو قادیانی اقلیت پر قیاس کرنا جو آئین سے انحراف کرتی ہے کیا یہ زیادتی نہیں ؟ دن و رات ظلمت و نور وفاداری و غداری کو ایک پیمانہ سے ناپنا یہ آپ ایسے حضرات کی عظمت کے منافی ہے۔

قادیانیوں کا ایک جج اسلام بھٹی موجود ہے۔ تناسبِ آبادی کے اعتبار سے مزید قادیانی جج لینا کیا یہ مسلمان اکثریّت سے صریحًا ظلم اور زیادتی نہیں ؟

۲۔ جس جج کے متعلق کہا گیا کہ وہ قادیانی ہے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ ہمیں یقین کر لینا چاہیے قبلہ! تمام قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ ان کے اس بیان کو کیسے تسلیم کر لیں یہ تو پاکستان کے آئین سے صریح انحراف ہے۔ پھر قادیانی تمام دُنیا کے مسلمانوں کو جو مرزا قادیانی کو نہیں مانتے" آپ

کے اور میرے سمیت" وہ سب کو کافر قرار دیتے ہیں۔ کیا ان کے اس بیان کو بھی صحیح تسلیم کر لینا چاہیے۔

۳۔ پھر آپ کا یہ استدلال کہ وہ ختمِ نبوّت کا اقرار کرتا ہے۔ قبلہ! دھوکہ و دجل اسی کا نام ہے کہ ختم نبوّت کا اقرار بھی کریں اور مرزا کو نبی بھی مانیں۔ اس دھوکہ دہی کا دوسرا نام قادیانیت ہے۔ ہمیں کسی مُسلمان کو قادیانی بنانے کا شوق نہیں۔ قادیانیت بحمدہ تعالیٰ ایک گالی بن چکی ہے کسی مسلمان کو قادیانی کہنا دوسرے لفظوں میں اسے کافر کہنے کے برابر ہے۔ جس کا کوئی مُسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا، لیکن سوال صرف یہ ہے کہ جو شخص صرف یہ کہے کہ مَیں مسلمان ہوں قادیانی نہیں ختم نبوّت کو مانتا ہوں۔ اتنی بات سے وہ مسلمان سمجھا جا سکتا ہے۔ غور فرمائیے کہ اس بات کو ہر قادیانی طوطے کی رٹ کی طرح اپنائے ہوئے ہے اس لیے ضروری ہے کہ جس شخص پر قادیانی ہونے کا الزام لگے۔ خدا کرے کہ وہ غلط ہو اور وہ شخص مسلمان ہو تو آئینِ پاکستان کے مطابق کھلے لفظوں میں اسے اپنے عقیدے کا اعلان کرنا چاہیے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو کافر تسلیم کرتا ہے۔ جب تک وہ یہ نہیں کہے گا۔ اس کے متعلق ابہام دُور نہیں ہوگا۔ زیرِ بحث جج صاحب کو علیحدہ اسی عنوان کا عریضہ لکھا جا رہا ہے اور آپ سے بھی استدعا ہے کہ جب تک وہ مرزا قادیانی کے کُفر کا آئین کے مطابق اعلان نہیں کرتے اس وقت تک اُنکے قادیانی ہونے کے الزام کی نفی نہیں ہو سکتی۔ ختم نبوّت کا مسئلہ انتہائی اہمیّت کا حامل مسئلہ ہے اس پہ برِّ صغیر بالخصوص اسلامیانِ پاکستان کی طویل ترین اسلامی جذبے سے جدّ وجہد ایک لازوال درجہ کی حامل ہے قادیانیوں کو جج بنانا آئین سے منحرف ایک گروہ کو آئین کی پائمالی کی سندِ جواز مہیّا کرنے کے مترادف ہے۔ ساتھ ہی سابق ریٹائرڈ جج سپریم کورٹ جناب چودھری محمد رفیق تارڑ کا ایک مضمون لف ہے۔ ان تلخ گزارشات کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ آئندہ بننے والے ججوں کی فہرست میں ایک جنونی متعصب قادیانی ملک افضل خان کا نام بھی ہے اور ایک منیر صاحب کے متعلق بھی اس قسم کا خدشہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جان بوجھ کر آئین کو بازیچۂ اطفال بنانے اور اسلامیانِ عالم کی ختمِ نبوّت سے لازوال وابستگی کو مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ اُمّید ہے کہ نہ صرف توجہ فرمائیں گے بلکہ اِس کے ازالہ کی بھی سعی فرمائیں گے۔

والسّلام

فقیر اللہ وسایا، رابطہ سیکرٹری آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفّظ ختم نبوت پاکستان

علمی ادبی تاریخی نایاب شاہکار کتابیں پاکستان میں پہلی بار طبع ہو چکی ہیں

سواطع الالہام (عربی کامل)

از علامہ ابو الفیض فیضی

کامل دو جلد قیمت ٦٩٠/-

قرآنِ پاک کی تفاسیر میں ایک منفرد مقام رکھنے والی تفسیر، فکرِ انسانی کی معراج کی عملی تصویر، دنیائے علم و ادب کا بے مثل وغیر منقوط شاہکار، انشاء و تحریر کا ایسا مرقع جس کی نظیر آج تک نہیں لکھی گئی

نیز اس کی تالیف میں علامہ فیضی نے حضرۃ مجدد الف ثانیؒ اور ان کے اساتذہ و معاصرین سے بھی اکتساب فیض کیا

ھندو پاک کی نابغۂ عصر نادرۂ روزگار چار ھزار سے زائد ھستیوں کی شخصیت کا دلآویز مرقع

نزھۃ الخواطر (عربی)

مرتب و جامع: محسنِ عصر حضرۃ علامہ مولانا عبد الحیٔ لکھنویؒ

(والد ماجد حضرۃ مولانا ابو الحسن ندوی مدظلہ)

کامل ٨ جلد اعلیٰ کاغذ ١٥٩٠/-

نسیم الریاض	فی شرح الشفا قاضی عیاض کامل چار جلد -/١٢٢٥
المواھب اللدنیہ	علی الشمائل المحمدیۃ ٥ مجلد -/١٨٠
لسان المیزان	فی اسماء الرجال علامہ ابن حجرؒ ٧ جلد -/١٤٢٥
السنن الکبریٰ	البیہقی مع الجوہر النقی کامل ١٠ جلد -/٢١٠٠
اوجز المسالک	شرح مؤطا مالک کامل ١٥ جلد -/٣١٥٠
امانی الاحبار	فی شرح معانی الآثار کامل ٤ جلد -/٩٠٠
تفسیر بغوی	عالم التنزیل چار جلد -/١٠٥٠

مکمل فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

جامعہ مدنیہ لاہور کیلئے تعاون کی اپیل

جامعہ مدنیہ لاہور کا شمار ملک کے عظیم دینی اداروں میں ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء ۷۵ھ میں ہوئی تھی۔ گویا اس وقت جامعہ زندگی کی ۴۲ بہاریں پوری کر کے ۴۳ ویں میں داخل ہو رہا ہے۔ بحمداللہ اس عرصہ میں جامعہ سے سینکڑوں علماء اور کثیر تعداد میں حفاظ و قراء تیّار ہوئے۔ بفضلہ تعالیٰ جامعہ میں درسِ نظامی درجاتِ تکمیل اور درجاتِ تجوید و قرأت عشرہ و حفظ و ناظرہ و دینیات کا مکمّل انتظام ہے۔ حتّٰی کہ طب کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ طلبہ خوشنویسی بھی سیکھتے ہیں۔

اس سال تقریباً ۸۲۴ طلبہ نے قابل و لائق اساتذہ کی زیرِ نگرانی مختلف شعبوں میں تعلیم حاصل کی، اُن میں ایک سو سے زائد طلبہ کے خورد و نوش، وظائف کپڑوں اور دیگر جملہ مصارف کا جامعہ کفیل رہا، لیکن گزشتہ چند سالوں میں ہوشربا گرانی نے اس درجہ پریشانی پیدا کر دی ہے کہ سب کارکنانِ مدرسہ اس بارے میں متفکر ہیں۔

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ علومِ اسلامیہ کا یہ عظیم مرکز بیش از بیش علمی خدمات انجام دے اور مہمانانِ رسول ان قدسی علوم سے بہرہ ور ہوتے رہیں تو آپ خود بھی اس نیک کام میں پُوری قُوّت سے مدد کیجیے اور اپنے احباب کو بھی اس کارِ خیر میں حصّہ لینے کی ترغیب دیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے اپنے دینِ متین کی بیش از بیش خدمت لیں۔ آمین

ہم ہیں آپ کے مخلص

اراکینِ جامعہ مدنیہ، لاہور